ماہنامہ مجلہ
حیاتِ نو
بلریاگنج

ارتداد کا مجرب نسخہ

جو نظام تعلیم تمام علوم کو اسی ترتیب اور اسی زاویہ نظر سے لیتا ہے جو ناخداشناس ائمہ کی ترتیب اور ان کا زاویہ نظر ہے اور جو اس تمدنی مشین کا پرزہ بننے کیلئے انسانوں کو تیار کرتا ہے جو ائمہ ضلال نے بنائی ہے وہ دراصل ارتداد کا مجرب نسخہ ہے۔

(مولانا مودودیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیاتِ نو بلریاگنج

جلد: ۹ — جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ — دسمبر ۱۹۹۳ء — شمارہ: ۱۲

بدل اشتراک	
سالانہ زرِ تعاون	۵۰؍ روپے
طلبہ کیلئے	۴۰؍ 〃
خصوصی زرِ تعاون	۱۰۰؍ 〃
اعزازی زرِ تعاون	۱۰۰۰؍ 〃
غیر ممالک سے زرِ تعاون	۲۵؍ امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ	۵؍ روپے

مدیرِ مسئول
نور محمد فلاحی
مدیر
محمد اسماعیل فلاحی
معاون مدیر
عبد البر اثری فلاحی

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپکی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد سالانہ زرِ تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ مجلہ حیاتِ نو جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱
فون ۸۱۶۰۰
نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ — کتابت: محمد اشفاق عالم مفتاحی
دفتر حیاتِ نو جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ

حلقۂ یاراں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی قدر!
سلام مسنون

خدا کرے آپ سب لوگ بعافیت ہوں۔

"حیاتِ نو" شمارہ، اکتوبر ۱۹۹۳ء ملا، زحمت فرمائی و عزت افزائی کا بہت بہت شکریہ۔ رسالہ بڑے شوق سے کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ سب سے پہلے اداریہ "دارو کو کی سوچ، انکی پر خیال نظری کا" بہت پسند آیا اور اسے بے حد مفید پایا۔ خاص طور پر مضمون کے تاریخی پس منظر نے بہت متاثر کیا، طرزِ استدلال نے مضمون کو بہت وزن دار بنا دیا، ماشاء اللہ، جزاک اللہ۔

آگے بڑھا، مکاتب و مدارس اسلامیہ میں ذریعہ تعلیم کیا ہو؟ پر رک گیا ہوں، مکاتب اسلامیہ اور مدارس اسلامیہ میں، ذریعہ تعلیم کے باب میں، صاحب مضمون کی رائے سے بالکل متفق نہیں ہوں، میرے نزدیک صرف زبان کی حیثیت سے۔ ہندی پڑھائی جائے اور باقی تمام مضامین، اردو میں پڑھائے جائیں، اردو زبان سے ہمارا تعلق صرف لسانی ہی نہیں ہے بلکہ تہذیبی اور مذہبی بھی ہے، باقی رہی یہ بات کہ طلبہ سرکاری اسکولوں میں چلے جائیں گے تو چلے جائیں، دینی مدارس، سرکاری اسکولوں کے لئے "مسیلا کی مرکز" کیوں بنیں۔؟

یہاں تو بات یہ ہے کہ سے جس کو ہو جان و دل عزیز، اس کی گلی میں جائے کیوں۔؟

ایک بات اور عرض کر دوں کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، سب کی نہیں۔

صفحہ ۳۱ پر غزل سامنے آئی، اگرچہ میری عمر "غزل" کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئی ہے پھر بھی غزل کے "مطلع" نے مجھے روکا اور پوری غزل پڑھنے پر مجبور کیا، غزل پسند آئی، بامقصد تھی، "بادہ و ساغر" کا انداز لئے ہوئے، شعریت کہیں مجروح نہیں ہوتی یہ سب اچھی صفات ہیں۔

باقی رہے، دیگر علمی مضامین، تو انکی بابت، اصحابِ علم کا اظہارِ خیال زیادہ مناسب ہوگا۔

جملہ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ والسلام۔ طالبِ خیر

عبد الرحمٰن ناصر اصلاحی جامعی

نقوش حیات نو

صفحہ

○ اداریہ
ملت کے حقیقی محسن و معمار — محمد اسمٰعیل فلاحی — ۳

○ بحث و نظر
ابو عثمان جاحظ کے عقائد و افکار — تسنیم کوثر — ۱۸

○ تعلیم و تعلم
خرابیاں کہاں کہاں سے آرہی ہیں — مولانا محمد الحسنیؒ — ۱۵

○ تاریخ و سیر
الشیبی خاندان — ابو سعد احمد فلاحی — ۲۷

○ خطبات
خطبہ افتتاحیہ، خطبہ استقبالیہ — مولانا محمد شہباز اصلاحی، حاجی عبدالمتین — ۱۱،۹

○ شعر و نغمہ
غزلیں — انور ظہری، قمر سوپودی — ۱۴،۱۰

○ تعارف و تبصرہ — ۲۹
تجلی و ثریا — ایک تنقیدی جائزہ، ترانہ، ماہنامہ اچھا ساتھی۔ — عبدالبر اثری فلاحی

○ اخبار علمیہ — ۳۳
بائبل کے بارے میں چونکا دینے والے انکشافات، ہندوستانی محدثین پر انسائیکلو پیڈیا، پہلا سائنسی ماہنامہ — مشتاق احمد فلاحی

○ جامعہ کے لیل و نہار — ۳۵
جمعیۃ الطلبہ کا پروگرام، سنگ بنیاد دارالاقامہ کلیۃ البنات، جمعیۃ الطالباتؒ کا سالانہ تعلیمی مظاہرہ، تقسیم انعامات، سالانہ امتحان، — محمد اسمٰعیل فلاحی

○ روداد، رپورٹ سمینار بعنوان "علوم القرآن" — عبدالبر اثری فلاحی — ۴۱
سمپوزیم و خطاب عام — عبدالبر اثری فلاحی

○ حلقہ یاراں — عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی جامعی، اقبال احمد ساحل — ۴۷

اداریہ — محمد اسمٰعیل فلاحی

ملت کے حقیقی محسن و معمار

چند دہائیوں قبل کی بات ہے بستی پور کے ایک گاؤں گھوڑی میں ایک بزرگ رہا کرتے تھے، ان کا مشغلہ بچوں کی تعلیم و تدریس تھا۔ بڑی محنت سے بچوں کو پڑھاتے، ناغہ نہ کرتے، بس ایک دھن سوار تھی کیسے بچوں کو علم سے زیادہ سے زیادہ مالا مال کردیں، بچے معمولی فیس ادا کر دیا کرتے۔ ان بزرگ کے لڑکے جناب محمد اکرم صدیقی صاحب چیئرمین ڈسٹرکٹ وقف بورڈ بھاگلپور ان دنوں ایک کالج میں زیر تعلیم تھے۔ وہ مہینہ میں ایک بار والد صاحب کے پاس اخراجات لینے آیا کرتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ کئی کئی روز رقم کیلئے رکنا پڑتا کیونکہ بہت سے طلبہ فیس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کیا کرتے اور کتنے ادا ہی نہیں کرتے۔ ایک بار ایسا ہی ہوا تو انہوں نے اپنے والد سے باصرار کہا جو فیس ادا نہیں کرتا یا ٹال مٹول کرتا ہے اسے آپ کیوں پڑھاتے ہیں ہٹا دیجئے۔ والد محترم نے جواب دیا "بیٹا! تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو دولت دیتا ہے تو وہ حج کرتا ہے، سرائے بنواتا ہے، نہریں کھدواتا ہے اور اسی طرح کے دوسرے نیکی کے کام کرتا ہے۔ بیٹا! میری دولت میرا علم ہے۔ جو بچے فیس نہیں دے پاتے دراصل وہ رقم اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے حساب میں جمع ہو جاتی ہے۔ یہی تو میری پونجی ہے جو مرنے کے بعد میرے کام آئے گی، مرنا بہرحال ہے، یہی میری آخرت کا توشہ ہے۔ میں ان بچوں کو کیسے ہٹا دوں"

کیسے پیارے بزرگ تھے وہ اور کتنا پاکیزہ جذبہ تھا ان کا! اور یہی ایک بزرگ کیا، ہمارے اسلاف کی یہی شان رہی ہے۔ وہ اس جگمگاتے کہکشاں کے ایک فرد تھے جس کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم منور ہوتا رہا ہے۔ انہوں نے اس ملت کیلئے اپنا خون جگر نچوڑ کر رکھ دیا ہے دنیوی خزف ریزوں کے پیچھے پڑنے کے بجائے انہوں نے حقیقی لعل و گہر لٹائے ہیں۔ جو

رہے ہیں، پیوند لگے بوسیدہ کپڑے استعمال کئے ہیں، اپنی ضروریات دبائی ہیں لیکن ملت کو علم کے موتیوں سے مالا مال کرنے کیلئے اپنی جوانیاں اور اپنا بڑھاپا قربان کر دیا ہے۔ ملت انہی کے دم سے زندہ ہے اور یہی ملت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ ان کے سامنے یہ حدیث رسول رہی ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ

(مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے مرنے کے بعد اسکے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ ہاں تین طرح کے عمل کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا ہے۔ صدقۂ جاریہ جسے کیا ہو یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں یا ایسی صالح اولاد چھوڑ گیا ہو جو اسکے لئے دعا کرے۔

ان کے سامنے یہ بات رہی ہے کہ کسی کو تعلیم دی، عالم بنایا یا دینی کتاب لکھی تو اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دنیوی مال و متاع اور اسباب تعیش کی جانب للچائی نگاہ کبھی نہیں دوڑائی وہ بھی چاہتے تو اپنی دنیا بنا سکتے تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں بھی صلاحیت دی تھی، وہ بھی زندگی کی دوڑ میں آگے نکل سکتے تھے لیکن ان کے سامنے ایک مشن تھا۔ وہ اپنی کشتیاں جلا کر ادھر آئے تھے۔ ان کے سامنے اللہ تعالی کا یہ فرمان تھا۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۔

(طٰہٰ: ۱۳۱)

اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کیلئے متمتع کر رکھا ہے۔ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے تمہارے رب کا آخرت میں ملنے والا عطیہ بہتر اور پائیدار ہے

اور کون کہتا ہے کہ انکی دنیا ناکام گئی، دنیا میں ان سے بڑھ کر کون کامیاب تھا، ان

وقت جسموں پر حکومت کیا کرتے ہیں اور یہ بوریہ نشین دلوں میں بستے ہیں۔ ایک دنیا ان سے محبت کرتی اور پلکوں پر بٹھاتی ہے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ایک عالم ان کے لئے روتا ہے۔ یہ شان اور کس کی ہے! امت کے سب سے بڑے محسن اور حقیقی معمار یہی ہیں۔

یہ ان بزرگوں کی شان تھی اور ہے لیکن امت کا فرض ہے کہ وہ اپنے ان محسنوں کا خیال رکھے، وہ یہ دیکھے کہ ان کے بچے بھوکے نہ رہنے پائیں، رہنے کے لئے ان کے پاس مکان اور تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا ہو، اور وہ ضرورت پڑنے پر اپنے اہل خانہ کا علاج کروا سکیں کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں کاسۂ گدائی اٹھانے پر مجبور ہونا پڑے۔

بدقسمتی سے ملت نے اس جانب بالعموم مجرمانہ غفلت برتی ہے، یہ اس ملت کے بزرگوں اور اصحاب خیر کے سوچنے کی باتیں ہیں۔ وہ بوریہ نشین ان چیزوں سے بے پرواہ ہیں دنیا ان کی قدر کرے نہ کرے، ان کی کوششوں کا صلہ ملے نہ ملے، وہ للہ فی اللہ یہ کام کرتے رہے ہیں کرتے رہیں گے۔

مدارس اور جامعات کے ارباب حل و عقد کو اس جانب سنجیدہ توجہ دینی چاہئے انہیں سوچنا چاہئے کہ ایک متوسط آدمی کے اخراجات کیا ہے مہنگائی کا کیا عالم ہے، خود ان کے گھریلو اخراجات کیا ہیں اور انہیں کیا کیا سہولتیں حاصل ہیں۔ ان پہلوؤں پر غور کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ مناسب کارروائی کر سکیں گے۔ ٹیوشن، تجارت اور دوسرے کاموں میں اساتذہ کے مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی یکسوئی میں فرق آتا ہے اور نتیجتاً تعلیم و تربیت متاثر ہوتی ہے۔ اس صورت حال کا طلبہ کی سوچ اور ان کی اٹھان پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

مولانا محمد شہباز مہدی اصلاحی

امت قرآن کی برکتوں سے محروم کیوں؟

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد: جناب صدر، مہمانان گرامی، اساتذہ کرام، عزیز طلبہ اور معزز حاضرین!

سب سے پہلے تو میں رب کریم کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے محض اپنے کرم سے یہ موقع عنایت فرمایا کہ میں ایک بار پھر اس عظیم دینی درسگاہ میں حاضر ہو کر آپ حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔ اگرچہ ایک طویل عرصہ سے میں یہاں حاضری کی سعادت سے محروم رہا۔ لیکن یہاں کے حالات اور اساتذہ و طلبہ سے یکسر غیر متعلق بھی نہیں رہا۔ یہاں میرے بہترین دوست اور عزیز ترین تلامذہ ہمیشہ سے رہے ہیں، اب بھی ہیں اور اللہ رب العزت انہیں تا دیر باقی و سلامت رکھے۔ ان کے رہتے ہوئے یہاں سے بے تعلق ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں کے اساتذہ، طلبہ، قدیم و جدید سب کی طرف سے بار بار باصرار مختلف مواقع پر طلب کیا جاتا رہا لیکن اپنی بیماری اور دوسری معذوریوں کے سبب ہمیشہ معذرت کرتا رہا۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ اس موقع پر بہت سی معذوریوں کے باوجود حاضر ہو سکا۔ اس موقع پر ان تمام محبین و مخلصین کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سارے حضرات کو ان کی محبت کا جو اللہ ہی کے لئے ہے دنیا و آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے آمین

حضرات! یہاں حاضری پر آمادہ کرنے والے بہت سے اسباب میں سے غالباً قوی ترین سبب اس سیمینار کا عنوان ہے۔ "علوم قرآن" کا عنوان اپنے اندر ایسی جاذبیت اور کشش رکھتا ہے کہ اس کو نظر انداز کرنا قرآن کے ایک طالب علم کے لئے بہت مشکل ہے۔ قرآن کیا ہے؟ بظاہر تیس ۳۰ پاروں یا ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ایک کتاب ہے جو ہر مکتبہ میں دستیاب ہے اور ہر مکتب میں بچے اسے لئے ہوئے ناظرہ پڑھتے یا حفظ کرتے نظر آسکتے ہیں۔ لیکن اس کی عظمت کا کما حقہ اندازہ ذہن انسانی کی دسترس سے باہر ہے۔ اس کے بارے میں اہل حق

کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مخلوق نہیں ہے۔ اللہ کے سوا دنیا کی ہر شئی مخلوق ہے۔ آسمان و زمین مخلوق، عرش و کرسی مخلوق۔ ملائک مقربین مخلوق، روح القدس مخلوق، کعبۃ اللہ مخلوق یہاں تک کہ سید الاولین والآخرین، محبوب رب العالمین، رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین بھی مخلوق لیکن یہ قرآن غیر مخلوق۔ اس کائنات کی ہر شئے کو ہم بے وضو چھو سکتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وضو ہی نہیں حالت جنابت میں بھی معانقہ جائز تھا لیکن قرآن پاک کو بے وضو چھونا ممنوع ہے۔ خود اس کو نازل کرنے والے نے فرمایا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ۔ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ خشیت الٰہی سے لرز کر پاش پاش ہو جاتا اور جس کے قلب مبارک پر قرآن نازل ہوا اس نے فرمایا۔

وعن عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ھذا القرآن مأدبۃ اللہ فاقبلوا مأدبتہ ما استطعتم۔ ان ھذا القرآن حبل اللہ والنور المبین والشفاء النافع عصمۃ لمن تمسک بہ ونجاۃ لمن اتبعہ لا یزیغ فیستعتب ولا یعوج فیقوم ولا تنقضی عجائبہ ولا یخلق من کثرۃ الرد اتلوہ فان اللہ یأجرکم علی تلاوتہ کل حرف عشر حسنات۔ اما انی لا اقول لکم الم حرف ولکن الف ولام ومیم (رواہ الحاکم من روایۃ صالح بن عمر عن ابراھیم الھجری عن ابی الاحوص وقال تفرد بہ صالح بن عمر عنہ وھو صحیح)۔

بیشک یہ قرآن اللہ کا دسترخوان ہے تو جہاں تک ممکن ہو اس سے دریوزہ چینی کرو۔ بیشک یہ قرآن اللہ کی رسی ہے، نور مبین اور شفاء نافع ہے جو اس کو تھام لے اس کی پناہ ہے، جو اس کی اتباع کرے اس کا نجات دہندہ ہے اس میں کوئی ضلالت نہیں کہ اس کی اصلاح کی جائے اس میں کوئی کجی نہیں کہ اسے سیدھا کیا جائے۔ اس کے عجائب کی انتہا نہیں اور دہرانے سے پرانا نہیں ہوتا۔ اس کی تلاوت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا ثواب عنایت فرماتا ہے میرا مطلب یہ نہیں کہ الم ایک حرف

بلکہ الف، لام اور میم ہی سے ہر ایک مستقل حرف ہے۔ اس کے شان میں شاعرِ اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے کیسی حقیقت بیانی سے کام لیا ہے۔

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم — حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرفِ او را ریب نے تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے
پختہ تر سودائے خام از زورِ او — در فتد با سنگ جام از زورِ او
اوج می گیرد ازو نا ارجمند — بندہ را از سجدہ سازد سربلند
رہزناں از حفظِ او رہبر شدند — از کتابے صاحبِ دفتر شدند
دشتِ پیمایاں ز تابِ یک چراغ — صد تجلی از علوم اندر دماغ

(اسرار و رموز)

قرآن حکیم وہ زندہ کتاب ہے جس کی حکمت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ زندگی پیدا کرنے والے اسرار کا نسخہ ہے۔ اس کی قوت سے ذی مخلوق حیات سرمدی حاصل کر لیتی ہے۔ اس کے کلمات میں نہ شک و شبہ کی گنجائش ہے نہ تبدیلی کا امکان۔ اس کی آیتیں تاویل کی محتاج نہیں ہیں اس کے زور سے عزائم کی خامی پختگی سے بدل جاتی ہے اور اس کے سہارے شیشہ پتھر سے ٹکر لیتا ہے۔ اس کے ذریعہ پستیوں کو بلندی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے حکم سے سجدہ کرنے والا سربلند ہو جاتا ہے۔ اس کو قبول کر کے رہزن رہبر بن گئے۔ اس پر ایمان لانے والے اس ایک کتاب کی مدد سے صاحب دفتر بن گئے۔ اس ایک چراغ سے روشنی حاصل کر کے جنگلوں میں بھٹکنے والوں کے دل و دماغ صد علوم کی تجلی سے منور ہو گئے۔

حضرات! ہر صاحب ایمان یہ یقین رکھتا ہے کہ قرآن مجید کی عظمت ہم جتنی بھی بیان کریں وہ اس سے بدرجہا برتر و بالا ہے۔ ہم مسلمانوں کے پاس وہ عظیم المرتبت کتاب ہے جس نے عرب کے صحرا نشینوں کو قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کا وارث بنا دیا لیکن اس کے ہوتے ہوئے ہم بے کسی و بے بسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے پاس

وہ نسخۂ کیمیا ہے جو مسِ خام کو کندن بناتا ہے لیکن اس کے باوجود ہم نادار و مفلسی کا شکار ہیں۔ ہمارے پاس وہ آبِ حیات ہے جو بے جان مُردوں کو زندگی کی ساری توانائیوں سے مالا مال کر دیتا ہے لیکن ہم مُردوں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارے مدرسوں میں قرآن پڑھا پڑھایا جا رہا ہے۔ تفسیروں پر تفسیریں لکھی جا رہی ہیں۔ حفاظ کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ مدارس سے فضلاء کی کھیپ کی کھیپ ہر سال نکل رہی ہے لیکن امت قرآن کی برکتوں سے محروم ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ علامہ اقبال کی قبر پر اللہ تعالیٰ رحمتوں کی بارش کرے۔ انہوں نے ہمارے مرض کی کیسی صحیح تشخیص فرمائی ہے۔

بہ بندِ صوفی و ملا اسیری — حیات از حکمتِ قرآں نگیری
بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست — کہ از یٰسینِ او آساں بمیری

اے مسلمان! تو صوفی و ملا کے پھندے میں گرفتار ہے۔ قرآن کی حکمت سے زندگی نہیں حاصل کرتا۔ اس کی آیات کا مصرف تیرے نزدیک اس کے سوا کچھ نہیں کہ اگر کوئی بستر مرگ پر پڑا ہو۔ اور جلدی جان نہ نکل رہی ہو تو سورۂ یٰسین پڑھ کر آسانی سے روح نکال دو۔ مقام عبرت ہے۔ جو قرآن مُردوں کو زندگی بخشنے کے لئے نازل ہوا تھا ہم نے اسے زندوں کو مارنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرات! سوچنے کی بات ہے۔ ہم قرآن سے کیا حاصل کرتے ہیں؟ ہمیں اگر کوئی فقہی مسئلہ معلوم کرنا ہوتا ہے تو قدوری، شرح وقایہ یا ہدایہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگر کوئی اخلاقی و روحانی رہنمائی حاصل کرنی ہو تو تصوف کی کتابوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اگر عقیدہ کی کوئی الجھن ہو تو عقائد کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ اپنی روزمرہ کی زندگی کے زندہ مسائل میں رہنمائی کے لئے قرآن کی طرف رجوع کرنے کا خیال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن ہماری الماریوں کی زینت ہے۔ سعودیہ سے نہایت دیدہ زیب نسخے طبع ہو کر کروڑوں کی تعداد میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ ہم ان کی حسب توفیق تلاوت بھی کرتے ہیں۔ تراویح میں ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہوتے ہیں۔ اس سب کے باوجود ہم قرآن سے محروم ہیں۔ زندگی کے مسائل میں اس کی رہنمائی سے محروم ہیں۔ زندگی کی ظلمتوں میں اس کی روشنی سے محروم ہیں

ان حالات میں سب سے اہم کام یہی ہے کہ اس متاع گم شدہ کو پھر سے حاصل کیا جائے۔ اس دور میں ملت کا سب سے بڑا محسن وہ ہے جو اسے پھر سے قرآن سے سچ مچ روشناس کرا دے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ علوم قرآن پر سمینار کر رہے ہیں۔ تجری مبارک چیز ہے لیکن اپنی نارسائیوں سے ڈر لگتا ہے۔ یہ سمیناروں اور مذاکروں کا دور ہے۔ دل بستگی کے جہاں اور بہت سے ذرائع ہیں۔ دانشوروں نے بھی اپنی دلبستگی کا ایک ذریعہ نکالا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ سمینار بھی ایسا ہی ثابت ہوا و نشستند و گفتند و برخاستند کے سوا اس کا کوئی حاصل نہ ہو تو اس عنوان کے ساتھ یہ بڑا ظلم ہوگا۔ اس لئے کہ علوم قرآن ہی ہماری نجات کا واحد ذریعہ اور ہماری ایمانی زندگی کے لئے چشمۂ حیوان ہیں۔

اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیے۔ قرآن اور علوم قرآن پر سنجیدگی سے تبادلۂ خیال کیجئے۔ خود بھی یہاں سے یہ پیغام حاصل کیجئے اور پوری ملت تک اسے پہونچائیے کہ ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کج نظری، کج فکری اور کج بحثی سے محفوظ رکھے اور اس سمینار کو فہم قرآن کی راہ میں سنگ میل اور منارۂ نور بنائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

غزل

انور تلہری

۵۔ میونسپل بورڈ شاہجہاں پور۔ یو۔پی

مری چاہت خلوص عشق سے باہر نہیں جاتی
زیادہ پاؤں کے پھیلانے کو چادر نہیں جاتی

مسائل کچھ بھی ہوں آپس میں آخر بھائی بھائی ہیں
ہماری آپ کی تہذیب بھی دیگر نہیں جاتی

محبت اور اخوت کا جہاں سے درس ملتا ہے
کوئی بھی دین ہو اس دین سے بہتر نہیں جاتی

خدا کے ہاتھ میں ہے جان میری میرا ایماں ہے
جہاں کی دھمکیوں کا اس لئے کچھ ڈر نہیں جاتی

ترے احسان کے بدلے میں ہم کچھ بھی نہ کر پائے
اٹھائیں کس طرح اٹھنے کے قابل سر نہیں جاتی

یہ کیسے مان لیں مغرور ہے سرکش ہے ظالم ہے
کہاں یہ جہل کی باتیں، کہاں انور نہیں جاتی

حاجی عبدالمتین
ناظم
جامعۃ الفلاح

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا مرکز

جامعۃ الفلاح

مہمانان گرامی قدر، معزز علماء دین، عزیز طلبہ مدارس عربیہ اور اساتذہ وطلبہ جامعہ!

اھلاً و سہلاً و مرحبا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح کی جانب سے منعقد اس دو روزہ علمی اجلاس میں، آپ تمام حضرات کا، جامعہ کے اس پاک احاطہ میں خیر مقدم کرتے ہوئے مجھے انتہائی مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے طلبہ عزیز کو یہ توفیق دی کہ وہ آپ کے سامنے اپنی تمام تعلیمی سرگرمیوں کا بالعموم اور علوم قرآنی سے متعلق اپنی لیاقت واستعداد کا بالخصوص مظاہرہ کر سکیں۔

حضرات گرامی! بحیثیت خادم جامعہ اس تقریب سعید کے آغاز میں جامعۃ الفلاح کے تعارف میں کچھ کلمات کہنا میں مناسب ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جامعۃ الفلاح مدارس کی فہرست میں محض کوئی عددی اضافہ نہیں ہے۔ اس کا شمار اگرچہ مدارس دینیہ کی فہرست ہی میں ہوتا ہے تاہم کچھ امتیازات صرف جامعہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۱) جامعۃ الفلاح اپنے مقصد قیام کی رو سے عملاً تحریک اقامت دین سے وابستہ ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے علماء اور کارکنان کی تیاری اس کا مطمح نظر ہے۔

(۲) جامعۃ الفلاح کے نظام تعلیم اور نصاب درس میں قرآن مجید کو مدار و محور کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی کا ایک مظاہرہ علوم قرآنی کا یہ سمینار ہے۔

(۳) نصاب درس میں قدیم و جدید یا بالفاظ دیگر دینی و عصری علوم کا ایک حسین اور متوازن امتزاج ہے۔ چنانچہ جامعہ کے فارغ طلبہ اب عصری کلیات و جامعات میں دینیات کی علمی و عملی نمائندگی کا فرض انجام دے رہے ہیں، اور اس خلا کو پر کر رہے ہیں جو عرصہ دراز سے دونوں قسم کے اہل علم اور مراکز علم میں موجود تھا۔

(۴) فقہ وحدیث میں ہر مسلک کی رعایت کے باوجود طرز تعلیم غیر مسلکی ہے جس کے نتیجہ میں طلبہ کا ذہنی مزاج ملی بنتا ہے نہ کہ مسلکی اور ان کا دعوتی ہدف اسلام ہوتا ہے نہ کہ کوئی خاص مکتب فکر۔

(۵) جامعۃ الفلاح نے ابن آدم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بنت حوا کی تعلیم پر بھی پوری توجہ دی ہے تاکہ ملت اسلام کو امامت صالحہ کے ساتھ امومت صالحہ بھی میسر آئے۔ چنانچہ جامعہ کے زیر انتظام "کلیۃ البنات" کے نام سے ایک مستقل شعبہ قائم ہے۔

(۶) جامعہ نے طلبہ کی شخصیت کی ہمہ جہتی تعمیر کے لئے انہیں کھلی اور آزاد فضا عطا کی ہے۔ ان کی انجمن قائم کی اور انہیں اپنی سرگرمیاں منظم کرنے کا موقع اور تعاون دیا۔ آج کا یہ سمینار اور کل کا تعلیمی مظاہرہ اسی جمعیۃ کی سالانہ سرگرمیوں کا ایک نمونہ ہے۔

(۷) طلبہ کی یہی اجتماعیت فطری طور پر جامعہ سے فراغت کے بعد بھی انجمن طلبہ قدیم کے نام سے ایک علیحدہ دستور العمل کے ساتھ قائم رہتی ہے اس انجمن کا مقصد بھی اپنی مادر علمی کا ہمہ پہلو تعاون اور مقاصد جامعہ کی ترویج ہے۔

حاضرین مجلس! مذکورہ بالا خصوصیات کی بنا پر یہ بات بجا طور پر کہی جا سکتی ہے کہ جامعۃ الفلاح فی زمانہ ایک منفرد درسگاہ ہے۔ ہمارا عزم ہے کہ ہم اسے صحیح معنوں میں ہندوستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا بنیادی مرکز اور دعاۃ اسلام کا مضبوط قلعہ بنائیں۔ جہاں سے ملت کی نوجوان نسل انسانیت کی رہبری کا درس لے سکے، اخلاق عالیہ سے آراستہ ہو سکے اور رسول رحمت خاتم النبیین کی سچی جانشین بن سکے۔

سامعین کرام! اس موقع پر میں آپ تمام حضرات سے حسب حیثیت الگ الگ بھی کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مہمان علماء کرام سے عرض ہے کہ میں جامعہ میں انکی تشریف آوری پر تمام وابستگان جامعہ کی جانب سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور صمیم قلب سے ان کا استقبال کرتا ہوں۔ ان سے گزارش ہے کہ جامعۃ الفلاح کی تعمیر و ترقی کے لئے بزم

دعا فرمائیں اور جامعہ میں قیام کے دوران اپنی رہنمائی سے ہمیں فیضیاب کریں۔

مہمان طلبۂ مدارس کا میں جامعہ میں انتہائی محبت اور عزت کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہوں۔ اس قرآنی سمینار میں انکی شرکت مبارک ہو۔ وہ یہاں دو روزہ قیام میں جامعہ کے منتہی طلبہ سے افادہ واستفادہ کے بھرپور مواقع تلاش کریں اور اپنے مادر علمی میں واپس جا کر اس ذہنی چیلنج کو پر کریں جو موجودہ زمانہ میں دینی مدارس کے مابین پایا جاتا ہے۔

قرب وجوار کے مہمانوں سے ہمیشہ کی طرح ہماری یہی درخواست ہے کہ جامعہ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔ اپنے نونہالوں کو اس چشمۂ علم سے سیراب کریں اور جامعہ کی ترقی و تعمیر میں حتی المقدور ضرور حصہ لیں۔

جامعۃ الفلاح کے اساتذہ کرام اس کارخانۂ علم و معرفت کے معمار ہیں وہ اپنا فرض منصبی پہچانیں۔

نئی پود کو میراث علم و حکمت کا حقیقی وارث بنانا ان کا وظیفہ ہے اور نونہالان ملت کی تربیت و تزکیہ ان کا شیوہ ہے۔ بننے اور بگڑنے کا سارا مدار ان ہی پر ہے۔ مدرسہ کی تعلیم و تربیت کا معیار ان ہی کے دم سے ہے۔ ان کا بگڑنا ایک قوم کا بگڑنا ہے۔ ان کا نقص ایک نسل کی خامی ہے۔ ضروری ہے کہ معلمین کا علم پختہ اور مستند ہو۔ ان کا عمل قابل تقلید ہو اور ان کا اخلاق نمونہ ہو۔

طلبۂ عزیز ہی اس ساری بزم آرائی کی غایت ہیں۔ وہی اس کارگاہ علم و دانش کا منتہائے مقصود ہیں اور وہی قیام و قرار جامعہ کی علت ہیں۔ انہیں اپنی اس بنیادی حیثیت کا شعوری احساس ہونا چاہئے۔ ملت نے اپنی مادی و معنوی توانائیاں ان ہی کی تعلیم و تربیت کیلئے یکجا کی ہیں ادارہ کا مقصود ان ہی کی شخصیت سازی ہے۔ اس لئے انہیں طالب علمی کی اس چند سالہ مدت میں بہت ہوشیار اور بیدار رہنا چاہئے۔ ان کا وقت ۔ وقت جو قیمتی متاع ہے ۔ ہرگز ضائع نہ ہو۔ درسی اور غیر درسی سرگرمیوں میں بڑے احتیاط اور توازن کی ضرورت ہے۔ یہی وقت اپنے کو علم و حکمت کے اسلحے

سے لیس کرنے کا ہے یہی زمانہ اپنے اندر نئی نئی صلاحیتوں کو پیدا کرنے اور انہیں جلا دینے کا ہے۔ اسی عرصے میں عادات پختہ ہوتی ہیں اور اخلاق نکھرتے ہیں۔ عزت اور کمال کے حصول کا یہی وقت ہے۔ اے طلبۂ عزیز! اگر آپ نے یہ وقت کھو دیا تو آپ سے زیادہ بدنصیب اس روئے زمین پر کوئی نہیں۔ میں آپ کو دردمندانہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنے کو سودائی آپ پر طلب علم کی دھن سوار ہو، آپ مجسم طالب علم نظر آئیں، آپ کی شان متعلمانہ ہو، آپ کے اندر سنجیدگی اور متانت ہو، آپ کا ظاہر آپ کی وضع قطع، آپ کی نشست و برخاست اور طرز زندگی خالص دینی ہو۔ آپ کو دین کی سربلندی کے لئے کام کرنا ہے بے دین طاقتیں ہر نوع کے علم و تدبیر سے مسلح ہیں، اگر آپ نے پختہ تیاری نہ کی تو بازی کیسے جیت سکیں گے۔

آخیر میں، میں طلبۂ عزیز کو اس اجتماع کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے ہمارے لئے مفید بنائے اور ہمیں دین کے خادموں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

غزل

قمر رسولپوری
رسولپور اعظم گڑھ (یوپی)

اپنے بیمار دل کی شفا کے لیے
ہاتھ اٹھائے ہیں ہم نے دعا کے لیے

مجھ کو وہ نسخۂ کیمیا کر عطا
ہو جو اکسیر تیری رضا کے لیے

میں خطاکار ہوں مجھ کو معلوم ہے
سارے قانون ہیں بے خطا کے لیے

تم فقیروں کے بستر کو سمجھے نہیں
وہ ہے قالین خلقِ خدا کے لیے

سانحے روزمرہ کے معمول ہیں
کوئی حل ڈھونڈھئے سانحہ کے لیے

چاہتے ہیں کہ پھر عدل و انصاف ہو
باندھ لیجئے کمر معرکہ کے لیے

آپ سمجھیں گے اس روز مجھ کو قمر
میں چلا جاؤں گا جب صدا کے لیے

جناب مولانا محمد الحسنی صاحب
سابق ایڈیٹر البعث الاسلامی

خرابیاں کہاں کہاں سے آرہی ہیں

اخلاقی استقامت اور کردار کا مسئلہ آج گھر، محلہ، اور مدرسہ سے لیکر معاشرہ کی ہر سطح پر ایک دشوار ترین مسئلہ بن چکا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ وہ کیا موانع اور رکاوٹیں ہیں جن کی وجہ سے یہ مسئلہ کسی طرح قابو میں نہیں آپاتا۔ اگر علوم دینیہ کی طرف سے بے اتفاقی اس کا سبب ہے تو یہ خرابی مدرسہ میں کیوں ہے؟ اگر والدین کی غفلت اور بے دینی اس کی ذمہ دار ہے۔ تو یہ خرابی ان گھرانوں میں کیسے ہے۔ جہاں دینی ماحول پایا جاتا ہے اور بچوں کی نگرانی اور تربیت کا بھی انتظام ہے۔

یہ صحیح ہے کہ موجودہ دور کی مسموم فضا اور ترغیبات کی وہ دنیا جس میں ہم زندگی گذار رہے ہیں، بڑی حد تک اس کی ذمہ دار ہے۔ لیکن یہ کہہ کر ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ ہمیں جتنا کرنا چاہئے اتنا شاید ہم نہیں کر رہے ہیں؟ اور شاید اس مسئلہ کا سرا ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں آسکا ہے؟

مدارس کی حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ خرابی جدھر سے آرہی ہے ادھر اب تک ہماری توجہ نہیں ہو سکی۔ یا یہ کہ ہم ساری کوشش اسکی مخالف سمت میں کر رہے ہیں۔

مدارس میں خاص طور سے اس کا سبب دعوتی انداز فکر اور جذبہ کی کمی ہے، جہاں تمام خوبیوں کے لئے حصار یا ڈھال کا کام دے سکتا تھا۔ بدقسمتی سے دعوت اور تعلیم و تعلم کو دو علیحدہ چیزیں سمجھ لیا گیا ہے۔ یا پھر دعوت کو صرف اس مروج تبلیغ کے ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ جس میں وقت نکالنا یا چلہ دینا ضروری ہے۔ ہم طالب علم کو یہ تو پڑھاتے ہیں کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اس قدر ضروری ہے اور دین کے لئے جدوجہد، اور اہل باطل کا مقابلہ اور ان کو دین کی دعوت دینا عین ایمان کا تقاضہ ہے اسلامی فریضہ ہے۔ لیکن یہ کوشش نہیں کرتے کہ اس کے اندر دعوتی جذبہ پیدا ہو، وہ حالات کا صرف تماشائی بن کر نہ رہے بلکہ باطل کی قوتوں

ہو کہ ہمیں ہر محاذ پر ان لوگوں کو شکست دینی ہے جو اسلام کے خلاف مورچہ بنا رہے ہیں۔

اس دعوتی جذبہ کو پیدا کرنے کے لئے دو چیزیں بہت مفید اور موثر ثابت ہو سکتی ہیں ایک نظام الاوقات اور ڈسپلن (یعنی یہ کہ ان کے شب و روز کی ہر ساعت کسی مفید کام میں گذرے۔ علاوہ ان وقفوں کے جو ذہن و فکر کی تازگی اور استراحت کے لئے ضروری ہیں) دوسرے ان کی فکری رہنمائی اور روحانی تربیت کے لئے تربیتی کورس (جس میں مختلف موضوعات پر ممتاز اہل فکر کے لکچروں کا انتظام ہو۔ اور وہ چیزیں شامل کی جائیں جن سے ان کے دل و دماغ دونوں کو غذا ملے) مدارس عربیہ ملت کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ایسا قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والے اپنے خول سے باہر نکلنے کے لئے بیتاب ہیں، اور باہر والے اس کو توڑ دینے کے درپے۔ ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ اب ہمیں ان طلبہ کو، ان خارجی طاقتوں اور حملوں سے بچا بچا کر نہ رکھنا چاہئے۔ بلکہ ان کو مقابلہ کے لئے تیار کرنا چاہئے، اور ان کے ہاتھ میں وہ ہتھیار دیدینا چاہئے جس کی کامیابی کی ضمانت اور ہماری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے۔ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشركين إنا كفيناك المستهزئين

بقیہ:۔ اخبار علمیہ

انجمن فروغ سائنس کی کوششوں کا نتیجہ ہوگا اردو میں اس پہلے سائنسی ماہنامہ کا مقصد انجمن کے ایک اخباری بیان کے مطابق "عام فہم انداز میں اردو قاری کو سائنسی معلومات فراہم کرنا ہوگا" اس کے علاوہ یہ رسالہ "اردو کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو نصابی و ہم نصابی معلومات مہیا کرے گا" بیان کے مطابق یہ رسالہ آئندہ سال کے اوائل میں منظر عام پر آجائے گا انجمن کے منصوبے کے مطابق ۵ر فروری سے یہاں پرگتی میدان میں شروع ہونے والے عالمی کتاب میلے کے لینگویج پویلین میں اس کی باقاعدہ فروخت کا افتتاح کیا جائیگا۔

(روزنامہ آواز ملک وارانسی ۱۲ر دسمبر ۹۳ء صفحہ)

اور عصر حاضر کے فتنوں سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھے۔ ہم اپنے طلبہ سے اس خواہش کا اظہار وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے عملی پروگرام یا نظام الاوقات ہم نے ایسے نہیں بنائے جن سے ان کے اندر یہ بات لاشعوری طریقہ پر اور خود بخود پیدا ہو سکے۔

انسان کی فطرت ہے کہ کسی کو برائی سے روکنا اس کے لئے آسان ہے۔ کسی غلط نظریہ یا طرز زندگی پر تنقید اور بڑے سے بڑے چیلنج کا مقابلہ اس کے لئے ممکن ہے۔ لیکن خاموش تماشائی بن کر اپنے کو بچائے جانا ناممکن ہے۔

اگر ہم کسی کو غلط کام سے منع کرتے رہیں گے۔ تو اس کا کرنا ہمارے لئے ضرور دشوار ہوگا۔ لیکن اگر ہم دل سے مرعوب ہوں، زبان سے اس کو منع بھی نہ کریں تو ایک نہ ایک دن ہم بھی اس میں گرفتار ہو سکتے ہیں

دعوت بجائے خود ایک بہت بڑا حصار ہے۔ یہ وہ حصار ہے جس کے بعد نہ بہت زیادہ نگرانی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ نہ پہرے چوکی کی۔

یورپ و امریکہ میں رہنے والے بہت سے ایسے طالب علموں سے ہم واقف ہیں جو مادیت کے اس بحر ذخار میں رہ کر بھی تر دامن نہیں ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے خاموش رہنا پسند نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے جیسے طلبہ کی ایک انجمن بنالی، اور اس مادی چیلنج کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ انہوں نے کھل کر اس پر تنقیدیں کیں۔ اس کی پستی ثابت کی۔ جو لوگ وہاں داعی بن کر نہیں رہے وہ اپنے کو اس سیلاب بلاخیز سے چند دن کے لئے بھی روک نہ سکے۔ ہم بہت سے ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جن کو اپنی دینداری اور علم پر ناز تھا لیکن ان کے اندر دعوت کا جذبہ اور مسلمانوں کا درد مفقود تھا آج وہ ابھی اس دولت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے وہ ساتھی جو اس درجہ کے نہ تھے محض اس دعوت کی وجہ سے بہت عزت اور نیک نامی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ اور ان کو دیکھ کر بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی بدل گئی۔

ہمارے مدارس بھی مادیت کے سمندر میں ایک جزیرہ کی طرح ہیں۔ ان کے لئے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ان کا ہر نوجوان داعی ہو، اس میں یہ جذبہ

تحریر: تسنیم کوثر، ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی علی گڑھ
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (یوپی)

ابو عثمان جاحظ کے عقائد و افکار

عہد عباسی میں خلیفہ ہارون اور مامون کا دور جن ممتاز ادبا، انشاپردازوں، فلاسفہ اور دانشوروں کی بدولت زریں دور کہلانے کا مستحق ہے ان کے درمیان ابو عثمان[1] عمر جاحظ (۱۵۲ — ۲۵۵ ھ) کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ جاحظ کا شمار عہد عباسی کے ایسے نادر و نادر علماء و ادبا میں ہوتا ہے جنہوں نے علم و فن کے کسی ایک میدان میں اختصاص پیدا کرنے کے بجائے زبان و ادب، تاریخ و فلسفہ، شاعری و نثر نگاری جیسے مختلف علوم و فنون کے میدان میں اپنی قدرت و مہارت کا لوہا منوایا۔

اس عہد زریں میں بڑے پیمانے پر علم منطق، فلسفہ، علم کلام، حکمت، اخلاقیات، اور دیگر علوم پر موجود بھی زبانوں کی بیشتر کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ مترجمین کی ایک پوری جماعت نے بقراط، سقراط، ارسطو، جالینوس، افلاطون جیسے یونانی فلاسفہ کی مختلف موضوعات پر موجود کتابوں کے ترجمے اور تشریح کا کام انجام دیا۔ مامون کا دور علم کلام، فلسفہ، منطق کے میدان میں موجود بھی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کرنے کے اعتبار سے پورے عہد عباسی میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر احمد رفاعی نے ان علمی کتابوں کی طویل فہرست دی ہے جن کو مامونی عہد میں یونانی، عبرانی، لاطینی، قبطی، ایرانی اور ہندوستانی زبانوں سے عربی زبان میں منتقل کیا گیا تھا۔ علم فلسفہ کے میدان میں افلاطون اور ارسطو کی تیس[2] سے زیادہ بنیادی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا تھا۔ ابو عثمان جاحظ اسی دور کی پیداوار ہے جب کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کی تعبیر و تشریح کا کام یونانی فلسفہ اور علم کلام کے اصولوں کی روشنی میں شروع ہو چکا تھا۔ خود مامون رشید کے دربار میں ایسے علمی و مذہبی مناظرے ہوا کرتے تھے جہاں اسلامی تعلیمات اور مذہبی عقائد پر یونانی علم کلام اور منطق کے اصولوں کی روشنی میں بحث و مباحثہ کا

۱ تفصیل کیلئے دیکھئے: عصر المامون۔ ڈاکٹر احمد فرید رفاعی۔ دار الکتب المصریہ۔ قاہرہ ۱۹۲۸ء
۱۴۔ ص ۳۷۰۔ ۳۹۰

سلسلہ جاری رہتا۔ چنانچہ جاحظ بھی اپنے آپ کو اس دور کے اثرات سے محفوظ نہ رکھ سکا اور اس نے بھی اسی دور میں رائج فلسفیانہ افکار و نظریات کی روشنی میں اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اس نے عجمی زبانوں میں موجود علم کلام، فلسفہ اور منطق کے اصولوں کا براہ راست مطالعہ کیا تھا۔ بنیادی طور پر وہ ایک عالم، ادیب، انشاپرداز اور مورخ تھا لیکن اس کے مذہبی عقائد و نظریات کو یونانی فلسفہ و علم کلام اور پھر معتزلی اثرات نے مختلف فیہ بنا دیا۔[1]

ابو عثمان جاحظ کا شمار فرقۂ معتزلہ کے چند سرکردہ افراد میں ہوتا ہے یہ معتزلہ افکار و نظریات کا ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علیحدہ فرقے کا بانی بھی تھا جو اس کی نسبت سے فرقۂ جاحظیہ کے نام سے مشہور ہوا۔[2] معتزلی افکار و عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں جاحظ کی خدمات کا جائزہ لینے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فرقۂ اعتزال کے آغاز پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔

اگر ہم مختلف ادیان و مذاہب کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کے سلسلے میں ایک اصول کی کارفرمائی مشترک نظر آتی ہے کہ مذہب کا بانی جب تک اس دنیا میں موجود رہتا ہے۔ کسی فرد کی اس کے اندر ترمیم، تحریف یا اضافہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ مگر اس بانی کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی قوم کے ارباب حل و عقد مختلف مذہبی امور و تعلیمات کی تاویل و تشریح میں اپنی محدود عقل کے گھوڑے دوڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے کہ یہ اعلیٰ فہم و شعور رکھنے والا طبقہ عقل کی بنیادوں پر مذہبی اصول و کلیات کی غلط تعبیر و تشریح کے ذریعہ مذہب کی اصل روح سے کافی دور چلا جاتا ہے۔

دنیا کے تمام ہی مذاہب کے ساتھ یہی معاملہ ہوا کہ ایک مذہب اور پیشوا کے ماننے والے لوگ مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ اسلام بھی اس مشترک اصول کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اسلام کے اندر بھی عقلی و فکری بنیادوں پر مختلف فرقے پیدا ہو گئے۔

معتزلہ بھی مختلف اسلامی فرقوں میں سے ایک مشہور فرقہ ہے جس کی بنیاد خالص

۱ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان۔ ج ۳۔ ص ۱۴۰۔ مکتبۃ النہضۃ المصریۃ۔ ۱۹۴۸ء

عقل و فلسفہ کی بنیادوں پر رکھی گئی ہے۔ اس کے ماننے والے اپنے فکر و عقیدے کے معاملے میں نہایت سخت ہوتے تھے۔ ان کے شیوخ زبان و بیان کے ماہر اور مختلف علوم و فنون میں اعلیٰ صلاحیت کے حامل ہوتے تھے۔

فرقہ اعتزال کی ابتداء پہلی صدی ہجری کے اخیر دور میں عوام و خواص کے درمیان یہ مسئلہ نہایت شدت سے ابھر کر سامنے آیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مشرک ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں ہر فرقے کی الگ رائے تھی۔ خارجی فرقہ "ازارقہ" کے مطابق کوئی مسلمان خواہ گناہ صغیرہ کا مرتکب ہو یا کبیرہ کا وہ مشرک ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مخالفین کی عورتوں اور بچوں کے قتل کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دوسرے خارجی فرقے "نجدیہ" کا خیال ہے کہ صرف گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر کہے جانے کا سزاوار ہے اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ توحید، رسالت آخرت اور آسمانی صحیفوں پر ایمان رکھنے کی بدولت مومن ہے لیکن گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق کہا جائیگا۔ اسی طرح کے اختلافات سے پریشان ہو کر ایک شخص حسن بصریؒ کی مجلس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے امام دین اس زمانے میں ایک ایسی جماعت (خوارج) ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر گردانتی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک عمل ایمان کا جزء نہیں ہے۔ حسن بصریؒ اس سوال پر تھوڑی دیر خاموش ہو کر سوچنے لگے تھے اس سے قبل کہ حسن بصریؒ اپنی رائے کا اظہار کرتے کہ واصل بن عطا درمیان میں بول پڑے کہ ایسا شخص نہ تو کامل مومن ہوگا اور نہ ہی مکمل طور سے کافر بلکہ وہ ان دونوں منزلوں کے درمیان کی منزل میں ہے۔ حسن بصریؒ کو یہ بات ناگوار لگی اور انہوں نے ان کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور کہا "اعتزل عنا" ہم سے دور چلے جاؤ۔ چنانچہ واصل بن عطا اور دوسرے لوگ مجلس سے اٹھ کر باہر آ گئے اور پھر اسی جماعت کو معتزلہ کہا جانے لگا۔

معتزلہ کے پانچ اہم اصول ہیں۔ (١) توحید (٢) عدل (٣) وعد و وعید (٤) کفر و اسلام کے درمیان کی منزل کا اقرار (٥) امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

توحید یعنی کامل وحدانیت کا تصور۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے وہ سب سے قدیم ہے

لہ ادب الجاحظ ۔ حسن السندوبی ۔ مطبعۃ الرحمانیۃ ۔ قاہرہ ۱۹۳۱ء ص ۹۳

وہ نہ متحرک ہے نہ ساکن۔ اس کا نہ کوئی جسم ہے نہ رنگ۔ حواس خمسہ اس دنیا میں اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے اور نہ ہی آخرت میں اسے کسی طرح دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ ذات زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ وہ ذات ہر طرح کے انسانی جذبات سے عاری ہے۔ مادی یا معنوی اشیاء کے ذریعہ اس تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

عدل اللہ تعالیٰ سراپا عدل ہے۔ وہ اس زمین میں کسی طرح کے فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اس کی طرف سے کسی شر کا صدور ممکن نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنی حکمت کی بنا پر صرف خیر و صلاح کے امور ہی انجام دیتا ہے۔ شر کا صدور صرف انسان ہی سے ممکن ہے کیونکہ اسے اختیارات سے نوازا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ساری مخلوق کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا سکتا تھا۔ لیکن اس نے بربنائے عدل ایسا نہیں کیا۔ کوئی شخص رزق دینے یا چھیننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تاکہ بندوں کو آزمایا جا سکے۔ اسی بنا پر ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے خدا خالق افعال نہیں۔ وہ اپنے کارناموں اور افعال کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں بنایا۔

وعد و وعید اللہ تعالیٰ نے جو وعدے کئے ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے اور جو دھمکیاں دی ہیں وہ بھی وقوع پذیر ہوں گی۔ اعمال صالحہ کے سلسلے میں انعام و اکرام کا جو وعدہ کیا ہے اور عصیان و نافرمانی کی صورت میں جہنم کی جو دھمکی دی ہے وہ وعید بھی یہی ہے۔ اس اصول کا مقصد دراصل مرجئہ کے اس خیال کی تردید کرنا ہے کہ ایمان کی موجودگی میں معصیت سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا جس طرح کفر کی صورت میں اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں۔ یعنی اس کے وعدے اور وعید بے سود نہیں ہیں۔

منزل بین المنزلتین فکر اعتزال کی جڑ یہی ہے۔ یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب شخص ایمان اور کفر کے درمیان کی منزل میں ہے۔ اور اگر وہ اس دنیا سے اپنے گناہوں سے توبہ کئے بغیر رخصت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں کرے گا اور وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔ البتہ یہ رعایت ہوگی کہ اس کا عذاب کچھ کم کر دیا جائیگا۔ اور اسے کافروں سے

ایک درجہ اوپر رکھا جائیگا ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر از روئے قرآن تمام مسلمانوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری فرض ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون" یعنی ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام کے نفاذ کی پوری کوشش کرے اور اس راستے میں آنے والی مشکلات و پریشانیوں کو اللہ تعالیٰ کا لطف و انعام سمجھ کر برداشت کر جائے ۔

معتزلی فکر کے ان بنیادی اصولوں کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ علم کلام و فلسفہ میں مہارت اور مختلف مذاہب و مسالک پر اچھی نظر کی بدولت اس نے انفرادی طور پر ان اصولوں سے ہٹ کر ایک علیحدہ فرقے کی بنیاد رکھی جو فرقہ "جاحظیہ" کے نام سے مشہور ہوا ۔ علامہ شہرستانی نے چند فاسد خیالات کی نسبت اس کی طرف کی ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں ۔

تمام طبعی معارف حقیقتاً آدمی کے افعال پر منحصر ہیں جو فطری یا غیر ارادی طور پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے اسکی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ انسان صرف اپنے ارادے کا مختار ہے جس کے ذریعہ ضروری افعال صادر ہوتے ہیں۔ اس کے نزدیک کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہوجانا ناممکن ہے ۔ کفار اپنی عناد و سرکشی کی بنا پر جان بوجھ کر کفر کا راستہ اختیار کرتے ہیں ۔ وہ بے جا تعصب اور غلط مذہب سے لگاؤ کے سبب معرفت الٰہی سے محروم رہتے ہیں[1]

حدوث کے بعد اجسام کا معدوم ہوجانا محال ہے کیونکہ ان کا تعلق جواہر سے ہے اور جواہر فنا نہیں ہوا کرتے البتہ اعراض میں تغیر و تبدل کا امکان ہوتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم میں نہیں ڈالے گا بلکہ جہنم کی خاصیت اور طبیعت ہی ایسی ہے کہ وہ اہل نار کو اپنی جانب کھینچ لے گی اس طرح وہ خود بخود اسکی طرف چلے جائیں گے ۔

اہل سنت والجماعت اور معتزلہ کے درمیان دین کے بنیادی ارکان میں کوئی اختلاف نہیں۔ دونوں فرقوں کے درمیان جو مختلف فیہ مسائل ہیں ان کا دین کے بنیادی اصولوں سے کوئی

[1] الجاحظ - حنا الفاخوری - دار المعارف - بیروت ص۲۲

تعلق نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی کہتا ہے کہ فاسق ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا نہیں رہے گا؟ تو اس طرح کے مسائل سے کلیات دین پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ابن حزم کا قول ہے "معتزلی فرقوں میں سے جو فرقہ اہل سنت سے زیادہ قریب ہے وہ حسین بن محمد النجار، بشر بن غیاث المریسی اور ضرار بن عمرو کے اصحاب کا ہے اور اہل سنت کے عقائد سے جو فرقہ سب سے زیادہ دور ہے وہ ابو ہذیل کا فرقہ ہے[1]

یہ درست ہے کہ جاحظ معتزلی افکار و عقائد کا مبلغ تھا مگر ساتھ ہی اس کے اندر اسلام کی خدمت کا جذبہ بھی موجود تھا۔ اگر اس کے دینی رسائل و مذہبی تصانیف "رد تشبیہ" "نظم قرآن" "اثبات رسالت" وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے مخالفین اسلام سے ہمیشہ جنگ کی۔ ملحدین، عیسائی مبلغین اور کفار کے لئے ہمیشہ شمشیر برہنہ ثابت ہوا۔ اس نے ان تمام فرقوں کی خبر لی جو دین اسلام سے دور ہو گئے تھے۔ اس نے جہمیہ اور رافضیہ فرقوں کی مدلل انداز میں تردید کی۔ یہود و نصاریٰ سے زبردست مناظرے کئے۔ زنادقہ اور مرتدین کی خوب خبر لی۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فاسق یا کافر نہیں تھا بلکہ یونانی فلسفہ اور علم کلام سے متاثر تھا[2]

حقیقت یہ ہے کہ جاحظ راسخ العقیدہ اور قوی الایمان شخص تھا لیکن اس کے عقیدے اور فکر کی بنیاد علم و عرفان پر تھی۔ سلف صالحین اور صحابہؓ کے سلسلے میں اس کے خیالات عام لوگوں سے مختلف تھے۔ اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ، تابعین، اولیاء دین میں سے کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی جسے معصوم عن الخطا قرار دیا جائے جس طرح سے دوسرے انسانوں سے بشری کمزوریوں کا صدور ہوتا ہے ان کی ذات سے بھی اس کا امکان ہے[3]

متقدمین نے جاحظ کی طرف مختلف بدعتوں اور گمراہیوں کو منسوب کیا ہے۔ انھوں نے اس کے عقیدے میں فتور بتایا ہے۔ ثعلب کا بیان ہے کہ "وہ ثقہ اور قابل اعتبار نہیں" علامہ

[1] امراء البیان - ڈاکٹر کرد علی - دمشق ۱۹۳۷ء ج ۲ ص۳۲۲

[2] معجم الادباء - یاقوت الحموی ج ۱۶ ص ۷۴ - ۷۵

[3] ادب الجاحظ ص۱۱

ابن کثیر نے اسے سن ۲۵۵ھ لکھا ہے[1] ابو العباس احمد بن یحییٰ کی مجلس میں جاحظ کا ذکر چھڑا تو انہوں نے کہا اس کا تذکرہ نہ کرو وہ غیر ثقہ اور ناقابل اعتبار ہے[2] ازہری کا بیان ہے کہ وہ ثقات اور معتبر لوگوں کی طرف غلط باتیں منسوب کرتا ہے۔ عبد القاہر بغدادی نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

"لو عرفوا جہالاته في ضلالاته لاستغفروا الله تعالى من تسميته انسانا فضلا ان ينسبوا اليه احسانا"[3]

اگر لوگ اس کی گمراہ کن جہالتوں سے واقف ہو جائیں تو اسے انسان کہنے سے بھی خدا کی پناہ مانگنے لگیں چہ جائیکہ اس کی طرف کسی فضل و احسان کو منسوب کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیندار علماء کا رویہ جاحظ کے سلسلے میں کس قدر سخت تھا۔ جاحظ بعض احادیث کا منکر بھی تھا اور اس نے بعض حدیثوں کا اس طرح مذاق اڑایا ہے جو ان علماء کے لئے تکلیف کا سبب بنا۔ حجر اسود کے متعلق ابن عباس کی روایت ہے کہ حجر اسود جنت کا ایک پتھر ہے جو برف سے زیادہ سفید تھا لیکن مشرکین کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ جاحظ اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر مشرکین نے اسے سیاہ کر دیا تو پھر مومنین کے اوپر واجب تھا کہ وہ اسے سفید کرتے۔ جاحظ مذہبی اخلاقی، سماجی اور سیاسی سارے معاملات کے اندر عقل اور حکمت کو اولیت دیتا ہے۔ اور اسی بنیاد پر وہ من گھڑت قصوں، غیر المعقول کرامات، نجومیوں کی پیشین گوئیوں اور دیگر اساطیر و خرافات کا مذاق اڑاتا ہے ہر وہ چیز جسے عقل، حقائق اور ذوق سلیم ماننے سے انکار کر دے اس کے نزدیک غیر مقبول ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے۔

"صرف عقل ہی کے ذریعہ انسان خیر اور شر کے درمیان تمیز کر سکتا ہے۔ اور عقل ہی انسان کو ترقی اور کامیابی کے مواقع فراہم کرتی ہے"[4]

ابو القاسم سیرافی نے اس کی کتابوں کے متعلق لکھا ہے۔

"جاحظ کی کتابیں پہلے عقل و خرد کو دعوت دیتی ہیں اس کے بعد ادب سکھاتی ہیں"[5]

اس نے اپنے دور میں موجود ہر طرح کے دینی و غیر دینی فرقوں کے افکار و مسائل سے بحث کی۔ اس نے نہ صرف یہ کہ اپنے فلسفیانہ اور منطقیانہ دلائل کی روشنی میں اسلام اور اسلامی

---

1 البداية والنهاية۔ ابو اسماعيل بن عمر ابن كثير۔ مطبعة السعادة مصر ۱۹۳۲ء ج ۱۱ ص ۹
2 كتاب الأمالي۔ ابو علي قالي ج ۱ ص ۱۹۱ 3 كتاب الأمالي۔ ابو علي قالي ج ۱ ص ۳۳
4 كتاب الحيوان۔ ج ۱ ص ۲ 5 وفيات الأعيان۔ ابو بكر بن خلكان۔ مكتبة النهضة المصرية قاهره ۱۹۳۵ء

تعلیمات کو لوگوں تک صحیح شکل میں پہونچانے کی کوشش کی بلکہ اسلام کے خلاف سر اٹھانے والے یہود و نصاریٰ، مجوسی و زندیقی اور دیگر غالی فرقوں پر اچھی تنقید بھی کی۔ اس نے مختلف فیہ مسائل اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب میں مدلل کتابیں تصنیف کیں[6] یاقوت حموی نے کلامی و مذہبی موضوعات پر تصنیف شدہ کتابوں کی ایک لمبی فہرست نقل کی ہے۔

كتاب المعرفة، كتاب جوابات المعرفة، كتاب الرد على اصحاب الالهام، كتاب نظم القرآن، كتاب مسائل القرآن، كتاب الامامة على مذهب الشيعة، كتاب الرد على النصارى، كتاب الرد على العثمانية، كتاب ذكر ما بين الزيدية و الرافضة، كتاب اخلاق الملوك، كتاب الرد على اليهود، كتاب الرد على من الحد في كتاب الله عز وجل۔ كتاب آي القرآن[7]

رسالہ "المعتزیہ" میں جاحظ نے نصاریٰ کے دلائل کی تردید کرتے ہوئے کہا۔

"یہ درست ہے کہ یہود و نصاریٰ پر وحی کا نزول ہوا لیکن ان لوگوں نے اس کی قدر نہ کی اور اس کی اصل حقیقت اور شکل کو مسخ کر دیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی حرمت کو بحال کیا اور اس کی حفاظت کی"[8]

اس نے قرآن کریم سے قبل نازل ہونے والے آسمانی صحیفوں کے اندر یہود و نصاریٰ کی ترمیم، تحریف اور حذف و اضافہ کی تمام شکلوں کو کھول کر رکھ دیا ہے اور محکم دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان لوگوں نے وحی کی حرمت اور آسمانی صحیفوں کے تقدس کو پامال کر دیا تھا۔ جاحظ نے تدوین قرآن اور جمع احادیث سے متعلق مسائل پر بھی بحث کی ہے۔ اس نے تفسیر قرآن اور جمع احادیث کے بنیادی اصولوں کی طرف اشارہ کیا ہے اس نے ایسے مفسرین و محدثین کو اپنی تیز و تند تنقید کا نشانہ بنایا ہے جنہوں نے ذاتی اغراض و دنیوی مقاصد کے حصول کی خاطر تفسیر و حدیث کے اندر بے بنیاد روایتوں اور من گھڑت

---

6 الجاحظ في البصرة و بغداد و سامراء۔ الدكتور ابراهيم كيلاني۔ دار اليقظة۔ دمشق
7 معجم الأدباء۔ ياقوت الحموي۔ مكتبة الثقافة الأدبية ج ۱۶ ص
8 الجاحظ و مجتمع عصره۔ جميل جبر۔ مطبعة الكاثوليكية۔ بيروت ص ۳۴-۳۸

حصوں کو شامل کر دیا تھا۔ اس نے تصوف و طریقت کے مختلف مدارس کا تذکرہ کرتے ہوئے کبار صوفیاء کی خدمات جلیلہ کا اعتراف بھی کیا ہے لیکن ساتھ ہی اس نے تصوف و طریقت کے ایسے اصولوں پر تنقید بھی کی ہے جنہوں نے عیسائیت میں رائج رہبانیت کے اصولوں کو شامل کر لیا تھا۔ اور دین اسلام کی غلط ترجمانی کر رہے تھے۔ جاحظ نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو دلائل کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ اس کی خلاقیت اور ربوبیت کا اعتراف کیا ہے۔ علم کلام و فلسفہ میں غیر معمولی مہارت رکھنے اور اعتزالی فکر سے متاثر ہونے کی وجہ سے وہ دینی امور کو بھی اکثر و بیشتر اسی صورت میں تسلیم کرتا تھا جب کہ وہ اسے عقل اور تحقیق کی کسوٹی پر پوری طرح پرکھ لیتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی اسی عقل پسندی کی بنا پر بعض دینی امور کا مذاق اڑایا ہے اور علماء کی تنقید و تعریض کا نشانہ بنا ہے۔ ابن قتیبہ کا قول ہے۔

"جاحظ متکلمین کے گروہ کا آخری چشم و چراغ تھا اور عقلی دلائل کے ذریعہ اپنے افکار و نظریات کو ثابت کرنے اور منوانے میں کامل قدرت رکھتا تھا۔ وہ اپنی اسی صلاحیت کے ذریعہ رائی کو پہاڑ اور پہاڑ کو رائی ثابت کرنے پر قادر تھا"[۲]

مختصر یہ کہ جاحظ نے کسی صوفی کی طرح عزلت نشینی اختیار نہیں کی بلکہ دین کے تمام اپنے واجبات و فرائض کو برابر ادا کیا۔ اس نے اپنی عمر کا طویل حصہ دیگر ادیان پر اسلام کی فوقیت و بالادستی اور دیگر اقوام عالم پر امت مسلمہ کی فضیلت و برتری کا ثابت کرنے میں صرف کیا[۳] وہ کسی قیمت پر اسلام کی اہانت اور مسلمانوں کی حقارت برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا وہ امت مسلمہ کو اخلاق و کردار کے اعتبار سے بلند مقام پر دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس وقت سماج میں رائج بہت ساری اجتماعی برائیوں کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ثروت و دولت، اقتدار و حکومت ہر شئی فانی ہے صرف اعمال صالحہ ہی اس دنیا میں بھی اس کی یاد کو باقی رکھتے ہیں۔

---

۱ تفصیل کے لئے الجاحظ، صبحی عمرو ص ۹۲-۹۵

۲ الجاحظ۔ حنا الفاخوری۔ دار المعارف۔ بیروت ص ۲۱

۳ امراء البیان۔ محمد کرد علی جزء ثانی لجنۃ التالیف و الترجمۃ القاہرۃ طبع اول ۱۹۳۷ء ص ۳۱۲

بقیہ صفحہ ۴۲ پر

ابو سعد احمد فلاحی
ایم۔ اے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ
مقیم حال سعودی عرب۔

الشیبی خاندان

"مکہ مکرمہ کا یہ خاندان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے خانہ کعبہ کی نگرانی کے فرائض انجام دیتا ہے"

فتح مکہ کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی کنجیاں عثمان طلحہ الشیبی سے لے لیں آپ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے جیسے ہی آپ باہر تشریف لائے تو آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے آپ سے خانہ کعبہ کی کنجیاں مانگیں تاکہ وہ خود بطور نگران کام کریں لیکن بذریعہ وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام ملا کہ کنجیاں عثمان بن طلحہ الشیبی کو واپس کر دی جائیں اور ان کو بتا دیا جائے کہ وہ اور ان کے وارثین ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خانہ کعبہ کی نگرانی کے فرائض انجام دیں گے۔

چنانچہ اسی وقت سے ہی خانہ کعبہ کی نگرانی اسی خاندان کی میراث ہو گئی آج شیخ عبد العزیز الشیبی اس کے خاندانی وارث ہیں۔

مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے اخبار "الندوہ" کو انٹرویو دیتے ہوئے شیخ عبد العزیز نے بتایا کہ جب خانہ کعبہ کا نگران انتقال کر جاتا ہے تو کنجیاں اس کے بڑے لڑکے کے حوالہ کر دی جاتی ہیں اور دوسرا لڑکا بطور معاون کام کرتا ہے۔

بحیثیت خانہ کعبہ کے نگران ہونے کے شیخ عبد العزیز نے بتایا کہ خانہ کعبہ کو غسل دینے اور غلاف کعبہ تبدیل کرنے کے بھی وہ انچارج ہوتے ہیں۔

ہر سال یکم شعبان کو الشیبی خاندان کی نگرانی میں خانہ کعبہ کو غسل دیا جاتا ہے۔ جہاں مکہ کے گورنر حکومت سعودی عرب کی نمائندگی کرتے ہیں اور اس موقع پر تمام مسلم ممالک کے سفراء بھی موجود ہوتے ہیں مہمانان خصوصی کو زیارت کرائی جاتی ہے۔ غلاف کعبہ ذو الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو تبدیل کر دیا جاتا ہے غلاف ماہ ذو القعدہ کے وسط میں ان کے حوالہ کیا جاتا ہے۔

پرانے غلاف کے بارے میں آپ نے بتایا کہ ماضی میں یہ ہمارے خاندان کے سپرد کر دیا جاتا تھا جو اسے مختلف ٹکڑے کر کے لوگوں میں بطور تحفہ تقسیم کر دیا کرتے تھے لیکن اب یہ حکومت کی تحویل میں دے دیا جاتا ہے جو مسلم ممالک کے زعماء کو تقسیم کر کے اس سے حاصل ہونے والے عطیات سے الشیبی خاندان کی مالی معاونت کی جاتی ہے۔

غلاف کعبہ کی تاریخ بتاتے ہوئے شیخ عبدالعزیز نے کہا کہ فتح مکہ سے پہلے بھی غلاف کعبہ تبدیل کرنے کا رواج تھا لیکن بسا اوقات کئی کئی سال تک پرانا غلاف ہی باقی رہتا تھا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے غلاف کعبہ کی تبدیلی کا سلسلہ ہر سال پوری پابندی سے جاری ہے۔

۱۹۳۶ء میں مرحوم شاہ عبدالعزیزؒ نے غلاف کعبہ تیار کرنے کے لئے ایک فیکٹری لگانے کا حکم دیا نیز ۱۹۶۳ء میں اسی مقصد کے لئے مستقل ایک نئی فیکٹری قائم کی گئی۔

غلاف کعبہ کی اونچائی چودہ میٹر جس میں ایک پٹی ہوتی ہے جو پینتالیس میٹر لمبی اور سولہ ٹکڑوں پر مشتمل ہوتی ہے ہر ٹکڑے کی چوڑائی پچانوے سینٹی میٹر یعنی تقریباً ایک میٹر ہوتی ہے۔ جس میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نقش ہوتی ہیں۔

غلاف کعبہ کی مجموعی لاگت کے بارے میں آپ نے بتایا کہ اسکی قیمت سترہ ملین ریال ہے یعنی تیرہ کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ۔

خانہ کعبہ کی مرمت کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے جنہوں نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی آج تک تیرہ مرتبہ اس کی مرمت کی گئی ہے آخری بار شاہ سعود بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت میں ۱۹۵۷ء میں مرمت کی گئی تھی مرمت کا فیصلہ اس کمیٹی کی رپورٹ کی بنا پر کیا گیا جو حرم شریف کو وسعت دینے کے لئے قائم کی گئی تھی چنانچہ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ چونکہ پچھلے چھ سو سال سے خانہ کعبہ کی مرمت نہیں کی گئی ہے اس لئے خانہ کعبہ کی چھتیں بری طرح متاثر ہو گئی ہیں۔

یہ پوچھے جانے پر کہ یہ خدمت انجام دینے پر آپ لوگوں کو کیا تنخواہ دی جاتی ہے آپ نے بتایا کہ ذاتی طور پر انہیں کوئی تنخواہ نہیں دی جاتی بلکہ حکومت کی طرف سے ہمارے خاندان کو

بقیہ صفحہ ۳۲ پر

عبدالبر اثری فلاحی

تعارف و تبصرہ

ٹیلی ویژن ایک شرعی جائزہ | از پروفیسر سید شمیم احمد باروی۔ کتابت و طباعت عمدہ صفحات: ۵۶ قیمت: ۶ روپئے۔ پتہ: پیغام بکڈپو اردو بازار جلال پور فیض آباد یوپی پن کوڈ ۲۲۴۱۴۹ —

سائنس کی ایجادات میں سے ایک حیرت انگیز ایجاد ٹی۔وی بھی ہے جس کا استعمال گذشتہ چند سالوں میں بڑی تیزی سے بڑھا ہے۔ حتی کہ اب وہ ہماری زندگی کے لازمی جزء کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ایسے میں یہ طے کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے کہ ہم مسلمانوں کا ٹی۔وی کے استعمال کے سلسلے میں کیا رویہ ہونا چاہیئے؟ ہمیں خوشی ہے کہ پروفیسر سید شمیم احمد باروی صاحب نے شرعی نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ تصویری حرمت، اور مقاصد استعمال وغیرہ تمام پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے حتی کہ طبی نقصانات بھی گنائے ہیں۔ اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "اس وقت ٹی۔وی پر جس نوعیت کے پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہیں وہ انتہائی غیر مہذب، غیر اخلاقی شرم و حیا کے منافی، بدنظری و بدکرداری کو ہوا دینے والے اور غیر اسلامی ہیں ...... اسلئے مسلمانوں کو پہلی فرصت میں شیطان کے اس خاقت وراجنٹ کو اپنے گھروں سے نکالنا ضروری ہے" (صفحہ ۵۵-۵۶)

موصوف کے اس نتیجے سے مجھے بھی اتفاق ہے۔ اور فی الحال مسلمانوں کے لئے اجتناب کا رویہ ہی مناسب ہے۔ البتہ اگر موصوف ایک اور اہم پہلو کی طرف توجہ دلا دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی بات مکمل ہو جاتی۔ وہ اہم پہلو یہ ہے کہ ٹی۔وی بذات خود جائز و ناجائز نہیں بلکہ اس کا استعمال جائز و ناجائز ہوتا ہے چونکہ اس وقت اس کا استعمال غلط مقاصد کے لئے ہو رہا ہے۔ اس لئے اجتناب ضروری ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ صحیح

مقاصد کے لئے ہم اسے کیسے استعمال کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں کیا کچھ ہونا چاہئے۔ کیونکہ غلط استعمال سے بچانے کیلئے اور مثبت فوائد حاصل کرنے کیلئے صحیح استعمال کے مواقع فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے کاش کہ کچھ لوگ اس کام کا بیڑا اٹھا کر اس کو انجام دیتے۔

املا کی بعض غلطیاں محسوس ہوئیں مثلاً صفحہ ۵ پر "بکھراؤ" کو "بکھیراؤ"، صفحہ ۱۲ پر ریکارڈ کو رکارڈ صفحہ ۸ پر "جوتا" کو "جوتہ" لکھا گیا ہے۔

ترانہ — از ڈاکٹر ابرار احمد۔

ونہال اکیڈمی خالص پور اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۳۸ صفحات ۸ قیمت غیر مذکور

ونہال اکیڈمی جو بچوں کی تعلیم و تربیت کا ایک نوخیز ادارہ ہے۔ بحمد اللہ اس نے اپنی عمر کے تین سال پورے کر لئے ہیں۔ اس ادارے کے روح رواں ڈاکٹر ابرار احمد صاحب صدر شعبہ تعلیم . . . چونکہ یہ ان کی دلچسپی کا خصوصی میدان ہے اس لئے وہ اس ادارے کو خصوص نقطۂ نظر کے ساتھ مخصوص نہج پر چلا رہے ہیں، اپنے اس نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے وہ خود رقمطراز ہیں۔

"ہمارا نظریہ ہے کہ تعلیم عام ہے ایک خصوصی طرز تربیت کا۔ جس کا سرچشمہ ہو قرآن و حدیث جس میں کام لیا گیا ہو جدید نفسیاتی اصولوں سے اور جس کا انحصار ہو جدید تر سائنسی و تکنیکی دریافتوں پر"

یہ ترانہ اسی تجرباتی ادارہ کا ترانہ ہے جس کے مرکزی خیال میں "ام الکتاب" کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور ترتیب و پیشکش میں تعلیمی نفسیات کے مسلم اصولوں کو۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں

اللہ اکبر اللہ اکبر — اللہ ہمارا سب سے بڑا ہے
جو کچھ دیا ہے اس نے دیا ہے — امی کی گودی ابو دیا ہے
منا بہن اور بھیا دیا ہے — اللہ اکبر اللہ اکبر

بعض الفاظ بچوں کے معیار سے مشکل محسوس ہوئے مثلاً صفحہ ۲ پر "ذہن رسا" کا استعمال آخری صفحہ پر "محفوظ و مسرور" کے بجائے "محظوظ و مسرور" ہونا چاہئے۔ اس ترانہ کی اشاعت اس مقصد کے تحت عمل میں آئی ہے کہ نونہال اکیڈمی کے علاوہ دوسرے نونہالان ملت

بھی اس سے فرحت و مسرت حاصل کریں۔ دعا ہے کہ یہ مقصد پورا ہو اور بچے ہاتھوں ہاتھ لیں کیونکہ یقیناً یہ ان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ماہنامہ "اچھا ساتھی" — النصر اکیڈمی سرکڑہ بجنور یوپی ۲۴۶۷۶۱

مدیر سراج الدین ندوی جلد ۱۱ شمارہ ۱۱۵ ماہ نومبر ۱۹۹۳ء

صفحات ۸۰ سالانہ زرتعاون: ۵۰ روپئے

اردو زبان میں رسائل و جرائد کی کمی نہیں اور ہر چند سالوں میں بہت سے نئے رسائل و جرائد منظر عام پر آتے ہیں۔ لیکن بچوں کی ضروریات اور نفسیات کے اعتبار سے معیاری رسائل کی بڑی کمی محسوس کی جا رہی تھی خصوصاً ایسا رسالہ جو صحیح اسلامی فکر کے مطابق بچوں کی ذہنی و اخلاقی تعمیر کا ذریعہ بن سکے محترمی سراج الدین صاحب ندوی و غیرہم نے اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی ہے اس پر انہیں جس قدر بھی مبارکباد دی جائے اور ان کا شکریہ ادا کیا جائے کم ہے۔

اس ماہنامہ کے مزاج اور سمت سفر سے واقفیت کیلئے درج ذیل جھلکیوں پر نظر ڈال لینا کافی ہوگا۔

آسان انداز میں قرآنی آیات کی تشریح — اچھے رسول کی اچھی باتیں
دلچسپ اور مزیدار کہانیاں — حوصلہ و امنگ پیدا کرنے والے سچے واقعات
گدگدا دینے والے لطائف — پاکیزہ اشعار اور معلوماتی نظمیں
سائنسی معلومات، حیرت انگیز خبریں — پہیلیاں اور بہت سی مفید چیزیں

مقصد اور بچوں کی نفسیات کے اعتبار سے تمام انتہائی پیارا ہے اس حسن انتخاب پر جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

مشہور مثل ہے "الکتاب خیر جلیس" کتاب بہترین ساتھی ہے یہ ماہنامہ واقعی اس کا مصداق ہے۔ اللہ ہمیشہ اسکی اس روح کو باقی رکھے آمین

نونہالان ملت اور رہبران قوم سے اپیل ہے کہ وہ "اچھا ساتھی" کو واقعی ساتھی بنائیں کیونکہ

صحبت صالح ترا صالح کند

چونکہ آغاز کار ہے اس لیے چند مشورے گزارش کرتا ہوں شاید مفید ثابت ہوں۔

معیاری زبان کا استعمال ہو تاکہ بچے بھی اس سے خوگر ہوں۔ بعض مقامات پر کھٹک پیدا ہوئی۔ مثلاً صفحہ ۲ پر "فوج کا مزہ آگیا" اور صفحہ ۱۳ پر "مگر یہ لوگ اتنے خراب اور بگڑ چکے تھے کہ مان کر نہیں دیئے"

جو کچھ نقل کیا جائے ضروری حوالوں کے ساتھ نقل کیا جائے۔ مثلاً صفحہ ۹ اور ۱۰ پر احادیث نقل کی گئی ہیں لیکن ان کے حوالے مذکور نہیں ہیں۔

فرضی واقعات کے بجائے اگر حقیقی واقعات پیش کئے جائیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جدید تعلیمی تجربات سے بھی قارئین کو آگاہ کرنے کے لئے کوئی کالم شروع کریں۔

بچیوں کے مناسب حال بھی کچھ خصوصی کالم شروع کریں۔

بقیہ: الشیبی خاندان

مستقل عطیات دیئے جاتے ہیں۔ شیخ عبدالعزیز نے بتایا کہ پہلی بار جب وہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے تو انکی عمر بارہ سال تھی آپ نے مزید بتایا کہ خانہ کعبہ کی خدمت کرنے کے لئے ان کا پورا خاندان پورے طور پر تجربہ کار ہے۔

خانہ کعبہ کی عمارت دو چھتوں پر مشتمل ہے پہلی چھت کی اونچائی چار میٹر ہے اور دوسری چھت ڈیڑھ میٹر عمارت کے اندرونی حصہ میں سیڑھیاں ہیں جن سے دوسری منزل اور چھت کے اوپری حصہ پر جایا جا سکتا ہے۔

اخبار علمیہ

بائبل کے بارے میں ایک عیسائی عالم کے چونکا دینے والے انکشافات

ایک عیسائی عالم فریڈرک بچنیر نے ریڈرز ڈائجسٹ میں اکتوبر ۲۰۰۳ء میں ایک مضمون لکھا تھا "وہ کتاب جسے شاید ہی کوئی پڑھتا ہے" اس سے مراد کوئی گمنام کتاب نہیں بلکہ ان کی مذہبی کتاب "بائبل" ہے جو ہر عیسائی گھر، ادارے، چرچ وغیرہ میں ضرور موجود ہوتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

اس مضمون میں بائبل کے نہ پڑھے جانے کی وجوہات گناتے ہوئے لکھا ہے۔

(۱) بائبل کا انداز اور ترتیب بے حد مشقت آمیز ہے۔
(۲) اسکی جلد بندی دقیانوسی انداز میں سیاہ رنگ آلود نظر آتی ہے۔
(۳) بائبل کے حاشیوں میں حوالوں کی بھرمار ہے۔
(۴) اس میں جابجا نہ سمجھنے والے اعراب لگے ہوئے ہیں۔
(۵) اس میں نبیوں کے واقعات بے حد طویل ہیں۔
(۶) بعض مقامات پر بہت سی غیر ضروری تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔
(۷) اس میں جانے پہچانے اقتباسات بھی بکھرے ہوئے ہیں
(۸) یہ ایسی "اچھی" کتاب ہے جس کو پڑھنے سے قبل ہی انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ باقی کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے۔
(۹) اس میں بتایا گیا ہے کہ خدا کو (نعوذ باللہ) صرف اس بات سے دلچسپی تھی کہ دوسری قوموں کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی درگت کیسے بنائی جائی۔
(۱۰) یہ ساٹھ عدد مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے جسے مختلف مصنفین نے تقریباً دو ہزار سال کے دوران مختلف ادوار میں لکھا ہے۔
(۱۱) یہ کتاب بے ترتیب، بے ہنگم تضادات و اختلافات سے پُر اور توہمات پر مشتمل ہے

یہ دعوٰے ہماری نہیں بلکہ بائبل کے ایک عالم کی ہے جس کی خواہش ہے کہ ان تمام کمزوریوں کے باوجود بھی لوگ بائبل کا ضرور مطالعہ کریں فریڈرک جینیر صاحب کو یہ اعتراف کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں کہ بائبل درحقیقت انسانوں کی اپنی لکھی ہوئی کتاب ہے اس میں وہ انجیل مقدس ہرگز نہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ بائبل میں خود عیسائیوں کے دعوے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات صرف اتنی ہیں جو اخبار کے ڈیڑھ کالم میں ساری کی ساری آجائیں امریکہ میں ایک ایسی بھی بائبل شائع ہوئی ہے جس میں حضرت عیسیٰؑ سے منسوب باتیں سرخ روشنائی سے چھاپی جاتی ہیں جبکہ باقی بائبل سیاہ روشنائی سے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ باقی سب بائبل کے مختلف مصنفین کی ذہنی اختراعات ہیں۔

(اردو ڈائجسٹ لاہور اکتوبر ۱۹۹۳ء ص ۵۹-۶۰)

ہندوستانی محدثین پر انسائیکلوپیڈیا

ڈاکٹر سید محمد خالد علی فلاحی جنہیں عرف عام میں "خالد حامدی" کہا جاتا ہے، نے ایک ایسی مکمل اور جامع عربی انسائیکلوپیڈیا تیار کی ہے جس میں ہندوستانی علماء و محدثین کی ان تمام تحقیقی اور تنقیدی تصانیف کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو انہوں نے ۳۰۰ھ سے ۱۹۹۲ء تک کی ہیں۔ اس کی تالیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں طبع شدہ کتابیں اور مخطوطات شامل ہیں۔ ۲۷۴۹ صفحات کی اس کتاب کی چھ جلدیں ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں ہندوستان میں مرتب کیے گئے "حدیث" کے ۱۲۶ مجموعوں کے نام ان کے مولفین کے ناموں کے ساتھ درج کیے ہیں واضح رہے کہ موصوف ان دنوں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں تدریسی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

(روزنامہ آواز ملک وارانسی ۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء ص ۲)

اردو میں پہلا سائنسی ماہنامہ عنقریب

دہلی سے بہت جلد اردو کا ایک سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ شائع کیا جانے والا ہے جو سالہ

بقیہ ص۱۰ پر

محمد اسمٰعیل فلاحی

جامعہ کے لیل و نہار

جمعیۃ الطلبہ کے پروگرام

مدرسہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح نے ۲۵، ۲۶ر نومبر ۱۹۹۳ء کو "علوم القرآن" پر ایک کامیاب سمینار کا اہتمام کیا۔ کہنے کو تو یہ طلبہ کا سمینار تھا لیکن اپنے انتظام و انصرام اور اپنے مقالوں اور ان مقالوں پر مناقشوں کے اعتبار سے طلبہ کا محسوس نہ ہوتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ملک میں ہونے والے سرکاری و غیر سرکاری کسی بھی سمینار سے اہمیت اور افادیت میں یہ کم نہیں تھا۔ اس موقع پر طلبہ نے ایک سمپوزیم اور ایک خطاب عام بھی رکھا تھا۔ اس سمینار، سمپوزیم اور خطاب عام کی مختصر رپورٹ آپ الگ سے اسی شمارہ میں دیکھیں گے۔

جمعیت کے ان پروگراموں میں ۲۶ر نومبر ۱۹۹۳ء کو بعد نماز مغرب تعلیمی مظاہرہ کا ایک پروگرام زیر صدارت مولانا نعیم الدین صاحب اصلاحی ہوا۔ جس میں ضمیر الحسن سلمہٗ نے عربی میں، ریحان عبداللہ سلمہٗ نے انگریزی میں، غلام رسول سلمہٗ نے ہندی میں اور ثاقب حسین سلمہٗ اور عظیم الدین سلمہٗ نے اردو میں تقریریں کیں۔ ایک مکالمہ اور ایک ڈرامہ بھی اسٹیج کیا گیا۔ اور ترانے پیش کیے گئے۔ اس پروگرام کے کنوینر سکریٹری جمعیت عزیزی اکرام الحق سلمہٗ تھے۔

۲۷ر نومبر ۱۹۹۳ء کو بعد نماز عشاء جمعیت کے پروگرام کا ایک جز مشاعرہ بھی تھا صدر مشاعرہ محترم و مکرم جناب عبدالرزاق بزمی صاحب اور کنوینر ابو عمیر منظر ہلالی سلمہٗ تھے تقریباً آئے ہوئے تمام ہی مدارس کے طلبہ نے اس میں حصہ لیا۔

اس موقع پر جمعیت نے سمینار میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو نیز سمینار کے تمام ہی مقالہ نگاروں کو جہاں انعامات دیے وہیں کچھ عرصہ قبل چھوٹے بچوں کی بورڈنگ طلبہ منزل میں پیش کردہ پروگرام پر بھی تشجیعی انعام دیا۔ بعض طلبہ کو سکریٹری

جمعیت الکرام الرحمٰن سلمہٗ اور لائبریرین محمد عمر سلمہٗ نے اپنی جانب سے بہترین کارکردگی پر بھی انعامات دیئے۔

سنگ بنیاد دارالاقامہ کلیۃ البنات

۱۰ر دسمبر ۱۳ء جمعہ کو مولانا محمد سراج الحسن صاحب امیر ممنوعہ جماعت اسلامی ہند اور مولانا محمد شفیع مونس صاحب نائب امیر ممنوعہ جماعت اسلامی ہند نے دارالاقامہ کلیۃ البنات کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے مولانا محمد سراج الحسن صاحب نے بنی اسرائیل کے عروج وزوال کے تناظر میں قوموں کے عروج وزوال کے اصول بیان فرمائے اور فرمایا آج امت مسلمہ اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گزر رہی ہے۔ یہ حالات نازک بھی ہیں، سنگین بھی اور فیصلہ کن بھی۔ امتیں اپنی تاریخ اپنے ہاتھوں سے بناتی ہیں۔ ان کا مستقبل ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اپنے حالات کو بدلنے کا فیصلہ اگر امت مسلمہ کرے تو پھر اس کے مستقبل کو تابناک بننے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اس کے لئے یقین محکم عمل پیہم اور محبت فاتح عالم کی ضرورت ہے

مولانا محمد سراج الحسن صاحب نے فرمایا یہ جامعہ ایک مقدس حرم ہے، یہ ملت کی امانت ہے۔ اس سے اس کی امیدیں وابستہ اور یہ اس کے روشن وتابناک مستقبل کا دروازہ ہے۔ اس حرم کی حفاظت طلبہ اساتذہ، انتظامیہ سب کی ذمہ داری ہے۔ اس کے تقدس کو پامال کرنا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے، آپ نے فرمایا اپنے کو پہچانیے، اپنے مقام کی قدر کیجیے، اپنی حیثیت یاد رکھیے، آپ کا مقام بہت بلند اور ذمہ داریاں عظیم ہیں۔

مولانا محمد سراج الحسن صاحب تحریکی رہنما مولانا صدر الدین اصلاحی صاحب سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ ان کے ساتھ مولانا محمد شفیع مونس صاحب مولانا جلال الدین انصر عمری صاحب، مولانا کوثر یزدانی صاحب، مولانا نسیم احمد غازی صاحب فلاحی، مولانا مقبول احمد فلاحی صاحب جناب اشفاق احمد صاحب، مولانا رفیق احمد صاحب قاسمی، مولانا ظہیر احمد صاحب فلاحی، تشریف لائے تھے۔

مولانا محمد شہباز اصلاحی صاحب دفتر انجمن میں

علوم القرآن کے موضوع پر جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے ہونے والے سمینار میں جمعیت کی دعوت پر سابق استاذ و سابق صدر جامعہ مولانا محمد شہباز صاحب اصلاحی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے۔ پہلے سیشن کی صدارت کرتے ہوئے سابق صدر جامعہ مولانا عبد الحسیب صاحب اصلاحی نے فرمایا کہ اس سمینار کی تازہ برکت یہ ہے کہ مولانا محمد شہباز صاحب اصلاحی اس میں تشریف لائے ہیں۔ اس تشریف آوری کو غنیمت سمجھتے ہوئے انجمن طلبہ قدیم کے دفتر میں مقامی فلاحی برادران کی ایک نشست رکھی گئی جس میں مولانا موصوف سے نصیحت کی درخواست کی گئی، مولانا محترم نے فرمایا چونکہ آپ سب فلاح سے متعلق ہیں، اس لئے میں اسی ضمن میں کچھ باتیں کہوں گا۔ مجھے کبھی کبھی وہاں (ندوہ) شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ میں وہاں کنویں پر بیٹھتا ہوں۔ مثال کے طور پر ایک بار بیٹھا تھا اور بھی لوگ تھے کئی بچے بغیر ٹوپی کے آئے۔ تعارف کے بعد معلوم ہوا جامعۃ الفلاح سے آئے ہیں۔ ٹوپی شرعاً ضروری نہیں ہے لیکن علماء کا لباس ہے، اگر وہ غیر شرعی نہیں ہے تو اسے اختیار کرنا چاہئے۔ پینٹ شرٹ والے کو جلدی کوئی امام نہیں بناتا۔ بھیک بھی بھیس سے ملتی ہے، اس معاملہ میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ دعوتی کام سے لئے بھی علماء کا رکھ رکھاؤ ضروری ہے۔ بدریا گنج میں ایک صاحب ہیں پہلے وہ اکثر بغیر ٹوپی کے نماز پڑھا کرتے تھے، میں نے پوچھا یہاں پاس پڑوس میں بہت سے عالم ہیں، مولانا ابواللیث صاحب ہیں، مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبید اللہ صاحب ہیں کسی کو آپ نے بغیر ٹوپی کے نماز پڑھتے دیکھا انکی سمجھ میں بات آ گئی۔

آج کل دینی مدارس میں غیر درسی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ لوگوں نے پروپیگنڈا شروع کیا کہ اس کے بغیر آدمی کنویں کا مینڈک بن جاتا ہے، ہم گھبرا گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے اندر سے گہرائی غائب ہوتی چلی گئی۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ نحو کا کوئی مسئلہ ہو تو ہم میں ایسے افراد ہوتے جو محققانہ رائے دے سکتے۔ حدیث کا مسئلہ آتا تو کچھ لوگ ایسے ہوتے جو اس پر گفتگو کر سکتے۔ نصاب کی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جو علوم مدارس میں اس وقت پڑھائے جا رہے ہیں ان علوم میں ہی ماہرانہ بصیرت نہیں پیدا ہو رہی ہے۔ مدارس کا بالعموم یہی حال ہے ہمارے یہاں (اصلاح و فلاح) قرآن کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ جہاں تک تذکر حاصل کرنے کا معاملہ ہے قرآن بہت آسان ہے، لیکن محققانہ نظر جو اس کے لئے ضروری ہے ہم نہیں پیدا کر پا رہے ہیں۔ علامہ فراہیؒ کا کیا حال تھا صرف، نحو، لغت حدیث اور فقہ پر کتنی گہرائی تھی ان کے اندر مولانا اختر احسنؒ صاحب اصلاحی بھی کتنی تحقیق سے پڑھاتے تھے جمہرہ پڑھاتے تو بتاتے جاتے کہ یہ شعر منحول ہے۔ مولانا اختر احسنؒ کی اختلافی مسائل میں علی وجہ البصیرۃ ایک رائے ہوتی تھی۔ اس کے لئے بڑی تیاری اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ ہم لوگوں کو طالب علمی کے زمانہ میں سانس لینے کی فرصت نہیں ملتی تھی، میرے ساتھیوں میں مولانا ایوب صاحب اصلاحی (استاذ مدرسۃ الاصلاح) ہیں، ان سے پوچھئے۔ اساتذہ میں مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی موجود ہیں ان سے پوچھ لیجئے صبح سے بیٹھ کر ہم لوگ مطالعہ میں مشغول ہوتے۔ پانچوں (ایک باورچی) چپاتی لاکر رکھ دیتے، کھانے کی فرصت نہیں ملتی۔ آخری درجات میں تو نہیں، ابتدائی درجات میں کبھی اگر مولانا اختر احسن صاحب کو اندازہ ہوگیا کہ مطالعہ کر کے نہیں آئے ہیں تو پھر نہیں پڑھاتے یہی حال مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی کا بھی تھا۔ سبق روک دیتے کہتے مطالعہ کر آؤ کتنا سنتے آئے ہو؟ ہم لوگ طالب علمی کے زمانہ میں دعوتی کام کے لئے جمعرات کو مدرسہ سے باہر جاتے کبھی کبھی سرائے میر سے اعظم گڑھ تک پیدل جماعت کے اجتماع میں شرکت کے لئے چلے جاتے، جمعرات کو جاتے جمعہ کی شام تک واپس آجاتے۔ ہفتہ وار پروگرام طلبہ کا ہوتا اس میں بھی ہم شریک ہوتے، ایک دفعہ لوگوں نے شکایت کی کہ لڑکے جمعرات کو اجتماع میں چلے جاتے ہیں۔ مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی نے فرمایا کہ کوئی لڑکا جو جماعت سے قریب ہو اگر وہ پڑھنے میں کمزور ہو تو بتایا جائے ہم اسے اجتماع میں شرکت سے روک دیں گے مولانا شہباز صاحب نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا یہاں جامعہ

میں ادھر جو تیاری ہو رہی ہے، وہ دراصل یہ ایس آئی او اور ایس آئی ایم ہی کا کام ہے، ایک شخص ٹریننگ لینے کے دوران کہے کہ ہم محاذ پر جائیں گے تو نادانی کی بات ہے، ٹریننگ بھی اسی کام کا جزء ہے۔

مولانا موصوف نے اس تذکرہ پر اپنی بات ختم کی کہ طلبہ میں آج کل عام طور پر بے راہ روی عام ہے۔ نظم کی پابندی نہیں، بیجا جوش زیادہ ہے، یہ چیزیں دعوتی نقطہ نظر سے بھی نقصان دہ ہیں اور اللہ کے یہاں پکڑ کے پہلو سے بھی۔ استاد کے خلاف اگر کوئی بات سوچتا ہے تو بڑا وبال ہے، اسی طرح استاد طالب علم کو مہمان رسول نہیں سمجھتا تو وہ کیا حق ادا کر سکے گا۔

جمعیۃ الطالبات کا تعلیمی مظاہرہ

۲۵ اور ۲۶ رنومبر ۹۳ء کو کلیۃ البنات میں جمعیۃ الطالبات کا تعلیمی مظاہرہ ہوا۔ اس موقع پر مختلف زبانوں میں مختلف عنوانات کے تحت بائیس طالبات نے تقریریں کیں۔

پردہ کی اہمیت پر عزیزہ سیدہ شفقہ وقار صاحبہ سابق ہیڈ معلمہ کی زیر صدارت ایک مذاکرہ ہوا۔ جس میں پانچ طالبات نے حصہ لیا۔

ایک دوسرا مذاکرہ بعنوان موجودہ حالات اور فارغات کی ذمہ داریاں زیر صدارت محترمہ آسیہ فلاحی صاحبہ ہوا۔ جس میں پانچ طالبات نے اپنے خیالات ظاہر کئے۔

دو دنوں کے ان پروگراموں میں معلمہ سلمٰی فلاحی صاحبہ نے درس قرآن، معلمہ عارفہ فلاحی صاحبہ نے درس حدیث اور معلمہ آسیہ فلاحی صاحبہ نے افتتاحی کلمات پیش کئے۔ اس پروگرام میں باہر سے آئی ہوئی ایک مہمان محترمہ نصرت صاحبہ (سائنس ٹیچر انجان شہید اعظم گڑھ) نے اپنے تاثرات میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کاش ہم نے بھی ایسے ہی مدرسہ میں تعلیم پائی ہوتی۔ آخر میں ہیڈ معلمہ محترمہ قانتہ صالحاتی صاحبہ کے اختتامی کلمات پر اس دو روزہ پروگرام کا اختتام ہوا۔

انجمن طلبہ قدیم کی طرف سے تقسیم انعامات

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح معیار تعلیم و تربیت بلند کرنے کے لئے جہاں دوسرے

ذرائع اختیار کرتی رہتی ہے وہیں دوسرے مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہر سال پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ اور طالبات کو انعامات بھی دیتی ہے۔ جمعیۃ الطلبہ کے سالانہ تعلیمی مظاہرہ میں انجمن نے پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ اور طالبات کو کتابوں کی شکل میں انعامات دیئے اور ان کی حوصلہ افزائی کی صدر انجمن نے اعلان کیا کہ پوزیشن حاصل کرنے والے جو طلبہ جامعہ سے جا چکے ہیں ہم ان کا انعام انہیں بھیجنے کی کوشش کریں گے۔

سالانہ امتحان دیکھتے دیکھتے ۹۴-۱۹۹۳ء کا یہ تعلیمی سال بھی ختم ہونے کو ہے۔ ۳۰ر رجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۶ر جنوری ۱۹۹۴ء اتوار سے سالانہ امتحان شروع ہو کر ۱۰ر شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۰ر جنوری ۱۹۹۴ء یکشنبہ کو ختم ہوگا۔ اسی دن امتحان کے بعد طلبہ کو اپنے گھر جانے کی اجازت ہوگی۔ ۱۱ر شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۹۴ء تا ۲۳ر شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۵ر فروری ۱۹۹۴ء اساتذہ کرام کاپیاں جانچ کر نتائج تیار کریں گے۔ ۲۴ر شعبان ۱۴۱۴ھ مطابق ۶ر فروری ۱۹۹۴ء سے سالانہ تعطیل کا آغاز ہوگا اور ۸ر شوال ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۱ر مارچ ۱۹۹۴ء دوشنبہ کو اگلے تعلیمی سیشن کا آغاز ہو جائے گا۔

فلاحی برادران کو صدمہ برادر مکرم جناب مقبول احمد صاحب فلاحی اور جناب اقبال احمد صاحب فلاحی کی والدہ محترمہ ۱۱ر نومبر ۱۹۹۳ء کو انتقال فرما گئیں اور برادر مکرم جناب معین الدین خاں صاحب فلاحی (بنگال) کے والد بزرگوار جناب مولوی سعد علی خاں صاحب رکن جماعت ۲۴ر نومبر ۱۹۹۳ء کو انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

بقیہ: ابو عثمان جاحظ کے عقائد و افکار

اور آخرت میں بھی اس کے لئے کامیابی کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ انسان اس دنیا میں جن مشکلات و پریشانیوں، و آفات و مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے وہ خود اسی کی پیدا کردہ ہیں انسان ہی اپنی غلط عادات و اطوار اور برے اعمال کے ذریعہ اس دنیا کو فساد سے بھر دیتا ہے۔ وہ غیبت، جہالت، کذب گوئی، چغلخوری، بہتان تراشی اور دیگر برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔

رپورٹ سمینار

مرتب عبد البر اثری فلاحی

علوم القرآن

مدارس اسلامیہ کی تاریخ میں پہلی بار "علوم القرآن" کے عنوان پر نمائندہ طلبہ پر مشتمل دو روزہ سمینار ۲۵، ۲۶ر نومبر ۱۹۹۳ء کو جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح کی جانب سے مولانا ابو اللیث ندوی ہال جامعۃ الفلاح میں منعقد ہوا۔ جہاں یہ جامعۃ الفلاح میں قرآن کی تعلیم کو اولیت دیئے جانے کا مظہر ہے وہیں مدارس اسلامیہ میں قرآن کی تعلیم کی طرف توجہ کو دو چند کرنے کے لئے ایک سنگ میل کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سمینار میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ سلفیہ بنارس، مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ، مفتاح العلوم مئو، اور جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ سے خاصی تعداد میں طلبہ شریک تھے جنھوں نے مختلف عناوین پر ۱۶ مقالات پیش کئے۔

اس سمینار کا آغاز عزیزی مشتاق الاسلام کشمیری سلمہٗ کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ ناظم جامعہ جناب حاجی عبد المتین صاحب نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ تحریک اقامت دین کے لئے علماء و کارکنان تیار کرنا، قرآن کی تعلیم کو اولیت دینا، دینی و عصری علوم کا سنگم ہونا، مسلکی اختلافات سے دور ہونا اور ابن آدم کے ساتھ بنت حوا کی تعلیم و تربیت کا نظم کرنا وغیرہ جامعہ کے ایسے امتیازات ہیں کہ کوئی دوسرا ادارہ اس کا شریک نہیں۔ اور اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ کوشش ہے کہ یہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کا مرکز بن سکے۔ مہمانوں کے استقبال اور سمینار کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے طلبہ کو یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "درسی و غیر درسی سرگرمیوں میں توازن رکھیں" (مفصل استقبالیہ الگ سے اسی شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

بعدہ عزیزم اکرام الرحمٰن سلمہٗ سکریٹری جمعیۃ الطلبہ نے جمعیۃ الطلبہ کا تعارف پیش کیا۔ پھر سمینار کا افتتاح کرتے ہوئے مولانا محمد شہباز صاحب اصلاحی سندی سابق صدر جامعۃ الفلاح اور استاذ تفسیر و عربی ادب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نے فرمایا کہ جامعہ سے میرا دلی لگاؤ ہے۔ برابر حالات سے باخبر رہا البتہ اپنی خواہش اور دوستوں کے اصرار کے باوجود کافی دنوں سے حاضر نہیں ہو پا رہا تھا۔ خیال خاطر احباب اور شاگردان عزیز کے وجود کے علاوہ شرکت پر آمادہ کرنے والا سب سے زیادہ اہم سبب موضوع سمینار "علوم القرآن" ہے۔ کیونکہ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بقرآں زیستن

کتنی محرومی کی بات ہے کہ زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے دیگر کتب کا تو خیال آتا ہے لیکن قرآن کی طرف رجوع کا خیال نہیں آتا حالانکہ یہ اسی غرض سے نازل ہوا ہے (مفصل خطبہ افتتاحیہ الگ سے اسی شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

اسی سیشن میں تین مقالات پیش ہوئے۔ وہاں پر سوالات و جوابات بھی ہوئے

(۱) تفسیر قرآن اور اسرائیلیات — از عزیزم عبدالجبار سلمہ متعلم مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس۔ یوپی

(۲) نظم قرآن کا مفہوم، تاریخ اور رہنما اصول — از عزیزم محی الدین غازی سلمہ متعلم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی

(۳) تاریخ نظم قرآن — ایک تجزیاتی مطالعہ — از عزیزم عرفات ظفر سلمہ متعلم مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ یوپی

آخر میں صدر مجلس مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی سابق صدر جامعۃ الفلاح و حال استاذ تفسیر و عربی ادب جامعۃ الفلاح نے اپنے صدارتی کلمات میں طلبہ کے اس اقدام کو بہت ہی مستحسن اقدام قرار دیا اور فرمایا کہ طلبہ نے یہ موقع فراہم کر کے گویا ہمارا کام کر دیا ہے۔ پھر ان تینوں مقالات کو بڑی محنتوں کا ثمرہ اور اہمیت کا حامل بتایا۔ مقالات میں پیش کئے گئے خیالات سے یہ احساس ابھرتا تھا کہ احادیث سے استفادے کے سلسلے میں ان کے نقطہائے نظر عدم توازن کا شکار ہیں۔ چنانچہ آپ نے صحیح رہنمائی فرماتے ہوئے کہا "احادیث قطعیت رکھتی ہیں۔ ان سے استفادہ ضروری ہے ورنہ ہم توہین کے مجرم ہوں گے۔ احادیث کو ظنی الثبوت قرآن کے بالمقابل کہا

جاتا ہے اس سے توہین مقصود نہیں ہے"

اسلاف کی خدمات سے استفادے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا "ہر ایک کی اپنی اپنی خدمات ہیں اور اہم ہیں، ہر ایک سے ہمیں استفادہ کرنا چاہئے ان سے بے پروائی ان کی توہین کے مترادف ہے۔ کیونکہ جس نے جو پہلو چھوڑ دیا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اس کے منکر ہیں بلکہ اپنے رجحان، اور ضروریات و حالات زمانہ کے اعتبار سے لکھا ہے"۔

اخیر میں آپ نے یہ مشورہ بھی دیا کہ اس طرح کے پروگرام ہر ادارے میں ہوں کیونکہ یہ باہمی ربط و ہم آہنگی کا بہترین ذریعہ ہیں۔

دوسرے سیشن میں درج ذیل مقالات پیش ہوئے اور ان پر سوالات و جوابات بھی ہوئے

(۱) تفسیر قرآن میں حدیث کی حیثیت — از عزیزم ذاکر حسین سلمہ متعلم مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس یوپی

(۲) قرآن و سنت کا باہمی تعلق — از عزیزم محمد سلیم خاں سلمہ متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی

(۳) تفسیر قرآن میں حدیث کا مقام — از عزیزم طفیل احمد سلمہ متعلم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی

اخیر میں صدر مجلس مولانا محمد عمر اسلم صاحب اصلاحی استاذ تفسیر و عربی ادب مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ نے صدارتی کلمات میں فرمایا کہ مدارس کی تاریخ میں "علوم القرآن" کے موضوع پر عظیم الشان سمینار کر کے جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح تمام مدارس پر سبقت لے گئی ہے۔ اس پر وہ انتہائی مبارکباد کی مستحق ہے اور تاریخ میں یہ جلی حرفوں میں لکھا جائے گا۔ طالب علم ہونے کی حیثیت سے تمام ہی مقالات بہت اچھے تھے لیکن گفتگو میں افراط و تفریط تھی صحیح بات یہ ہے کہ ہر ایک کو ان کا صحیح مقام دیا جائے اور انہیں ان کے حدود میں رکھا جائے۔ پھر آپ نے فہم قرآن کے سلسلے میں کچھ اصولی باتیں بتائیں۔

تیسرے سیشن میں درج ذیل مقالات پیش ہوئے، اور سوالات وجوابات بھی ہوئے

(۱) حروف مقطعات — از عزیزم اطہر ریحان حبیب سلمہ متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۲) قصص قرآن — از عزیزم انتخاب عالم سلمہ متعلم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ

(۳) قرآن مجید مخالفین ومعاندین کے درمیان — از عزیزم رحیم اللہ سلمہ مرکزی دار العلوم جامعہ سلفیہ بنارس

(۴) سورتوں کے آغاز میں بسم اللہ کی حیثیت — از عزیزم احسان اختر سلمہ متعلم مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ یوپی

(۵) علوم القرآن — از عزیزم شعیب عالم سلمہ متعلم مفتاح العلوم مئو یوپی

آخر میں صدر مجلس مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صدر جامعۃ الفلاح نے اپنے صدارتی کلمات ارشاد فرماتے ہوئے، سب سے پہلے تمام پیش کردہ مقالات پر الگ الگ تبصرہ کیا اور ان امور کی طرف توجہ دلائی جن کا کہ لحاظ کیا جانا چاہیے تھا پھر فرمایا "علوم القرآن" ایک اہم موضوع ہے اس پر کبھی کبھی کام کرنے کی نہیں بلکہ مسلسل کرتے رہنے کی ضرورت ہے. خوشی کی بات ہے کہ جہاں تک ہمارے طلبہ پہنچ سکے انہوں نے اس جانب لوگوں کو متوجہ کرنے کی کوشش کی ہے مجھے توقع ہے کہ دوسرے مدارس کے طلبہ بھی اس طرف متوجہ ہوں گے۔ اس طرح کے مواقع ایک نقطہ پر جمع ہونے اور استفادے کے مواقع فراہم کرتے ہیں، مولانا نے بحیثیت صدر جامعہ کے تمام حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ وہ تشریف لائے جامعہ اور طلبہ ہر ایک کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ بار بار ایسے مواقع لائے۔

چوتھے سیشن میں درج ذیل مقالات پیش ہوئے اور سوالات وجوابات بھی ہوئے۔

(۱) جمع وتدوین قرآن — از عزیزم محمد طارق سلمہ متعلم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ یوپی

(۲) اسالیب قرآن — از عزیزم محمد مصطفیٰ خان سلمہ متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی

(۳) نسخ قرآن — از عزیزم عابد بیگ سلمہ متعلم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ یوپی

(۴) علم تفسیر — از عزیزم محمد نصیر عالم سلمہ متعلم مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ یوپی

(۵) اصول تفسیر ایک جائزہ — از عزیزم صداقت حسین سلمہ متعلم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ یوپی

آخر میں صدر مجلس مولانا عنایت اللہ صاحب سبحانی اصلاحی استاذ تفسیر جامعۃ الفلاح نے صدارتی کلمات ارشاد فرمائے۔ چونکہ یہ سمینار کی آخری مجلس تھی۔ اس لئے آپ نے پورے سمینار کے تناظر میں بھی گفتگو فرمائی۔ اور کہا یہ سمینار کسی تعریف اور تحسین کا محتاج نہیں۔ ان شاء اللہ یہ جامعۃ الفلاح کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگا جو صلاحیتیں سامنے آئیں اس کا مجھے پہلے اندازہ نہیں تھا انہیں صحیح طریقے پر سنبھال کر قحط الرجال کے خلا کو پر کیا جا سکتا ہے۔

حکومت کافی اخراجات سے جو سمینار کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ بہتر یہ سمینار رہے۔ ان تمام طلبہ کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے جنہوں نے اس میں حصہ لیا ان شاء اللہ یہ شوکت اسلام کو چار چاند لگانے والے ہوں گے۔

بعدہ عموماً پورے سمینار میں اٹھائے گئے اور خصوصاً اس سیشن میں اٹھائے گئے اہم مسائل پر آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ تفسیر اشاری فتنہ ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تفسیر بالرائی کو تفسیر بالماثور کی ضد سمجھا جاتا ہے جو غلط تصور ہے دونوں بالکل دو الگ الگ چیزیں ہیں لیکن متضاد نہیں۔ اسلاف کے تفسیر بالماثور پر اصرار کا ایک مخصوص پس منظر تھا لیکن اب بھی اسی تک محدود رہنا اور اسی میں گھر جانا بہتر نہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں بہت کم ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انہوں نے حضورؐ سے تفسیر پوچھی ہو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قرآن خود واضح تھا اسی لئے "کتاب مبین" کہا گیا ہے۔ اسی طرح فہم قرآن کو صرف تفسیر بالماثور تک محدود کر دیا جائے تو پھر اس حکم پر کیسے عمل ہوگا۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها۔

اسی طرح یہ بات بھی نظروں کے سامنے رہنی چاہیے کہ تفسیری روایات منقح نہیں ہیں چنانچہ امام شافعی نے ایک جگہ بیان فرمایا ہے کہ تفسیر کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ہزاروں روایات منسوب ہیں لیکن ان میں بمشکل صرف سو صحیح ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وضع کا کام کس قدر ہوا ہے۔

اس ضمن میں آپ نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے متعدد مثالیں دیں اور حدیث و سنت کا فرق بھی بتایا۔

آپ نے ایک اہم سوال (کیا نظم قرآن کے مطابق غور و فکر کیے بغیر قرآن سے ہدایت ممکن نہیں ہے) کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بغیر نظم کی رعایت کیے قرآن پڑھنے سے عموماً ہدایت تو مل جاتی ہے لیکن من حیث الکل مسائل بغیر نظم کے حل نہیں ہوتے۔ اسی طرح بغیر نظم سمجھے بہت سے احکام کی حکمتیں اور تفصیلات بھی واضح نہیں ہوتیں۔

اخیر میں آپ نے ایک مرتبہ پھر فرمایا کہ یہ سمینار انتہائی حوصلہ بخش ہے اللہ ان نوجوانوں سے ہماری امیدوں کو پوری کرے۔

اس طرح یہ دو روزہ عظیم الشان سمینار بحسن و خوبی اختتام کو پہنچا اس موقع سے ایک دوسرے سیشن میں اس سمینار کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔ اور اول، دوم، سوم آنے والے شرکاء کو قیمتی انعامات نیز تمام شرکاء کو تشجیعی انعامات دیے گئے۔ یہ تمام انعامات کتابی شکل میں تھے۔ پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

اول محمد مصطفی خاں از دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی
دوم محمد سلیم خاں از دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی
سوم محمد طفیل احمد از جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی

اس سمینار میں جج کے فرائض مندرجہ ذیل مہمانان گرامی اور اساتذہ کرام نے انجام دیے

مولانا نسیم ظہیر صاحب اصلاحی استاذ تفسیر و عربی ادب مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ یوپی
مولانا محمد اسلم صاحب اصلاحی استاذ تفسیر و عربی ادب مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڑھ۔
مولانا نعیم الدین صاحب مظہری اصلاحی استاذ تفسیر و عربی ادب جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ۔

مولانا اصباح الدین ملک صاحب فلاحی ندوی استاذ حدیث و فقہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ۔

خوشی کی بات ہے کہ جمعیۃ الطلبہ نے ان مقالات کی قدر و قیمت کو دیکھتے ہوئے ان کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے ان شاء اللہ عنقریب سبھی ان سے استفادہ کر سکیں گے۔

حلقہ یاراں

۲۲ر نومبر ۱۹۹۳ء باسمہ تعالیٰ

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید کہ مزاج گرامی بفضلہ بخیر ہوں گے

ماہ اکتوبر ۹۳ء کے شمارے میں صفحہ ۴۰ پر جناب وصی احمد صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ موصوف ممبئی کے کالج میں استاذ تھے اور یہ کہ "تحریک اسلامی کے ہمدرد اور دین پسند انسان تھے" یہ باتیں صحیح نہیں ہیں۔

اصل میں برادر مرحوم مولانا وصی احمد صاحب ندوہ سے فارغ تھے۔ بھیونڈی کے ایک ہائی اسکول میں دینیات کے استاذ تھے۔ تحریک اسلامی کے سینئر ارکان میں سے تھے۔ بڑے ذہین اور قابل تھے۔ تحریک اسلامی کے مقامی "پسماندگان" ان کی کمی کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مخلص و متقی تحریکی بھائی تھے ایسے شخص کو محض "دین پسند انسان" کہنا ہلکی بات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ انہیں بہترین اجر سے نوازے۔ فقط والسلام

اقبال احمد بھیونڈی

مسلمانانِ ہند کے مسائل اور ان کا حل
مسلم معاشرے کا اخلاقی زوال اسباب اور علاج
ملک وملت کی تعمیر اور طلبہ ونوجوانوں کا کردار

۲۵ر نومبر ۹۳ء بعد نماز مغرب جمعیۃ الطلبہ کی جانب سے سیمینار اور تعلیمی مظاہرہ کے ساتھ ساتھ ایک خطاب عام کا اہتمام کیا گیا اس میں "مسلمانانِ ہند کے مسائل اور ان کا حل" کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی ناظم علاقہ گورکھپور منوعہ جماعت اسلامی ہند نے فرمایا کہ عام طور سے لوگوں کے نزدیک، تعلیمی پس ماندگی، معاشی خستہ حالی، صالح قیادت کا فقدان، فرقہ وارانہ فسادات، سیاسی غلامی وغیرہ مسلمانوں کے اہم مسائل ہیں لیکن میں انہیں صرف کچھ ظاہری اور علامتی مسائل سمجھتا ہوں، میرے نزدیک مسلمانوں کے اصل مسائل لا مقصدیت لا مرکزیت قربانی سے گریز اور اقدامی پوزیشن کے بجائے دفاعی پوزیشن اختیار کرنا ہے پھر آپ نے حل بتاتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں با مقصد زندگی گذارنی چاہئے کیونکہ ہم ایک مشنری قوم ہیں۔ ہمارے اندر اجتماعیت اور اتحاد پیدا ہونا چاہئے اور غلبہ اسلام کے لئے اپنی زندگیاں قربان کر دینی چاہئے، نیز مطالباتی سیاست کو چھوڑ کر اسلام کی راست دعوت پیش کرنا چاہئے اور برادران وطن کو یہ بتانا چاہئے کہ تم نے اب تک جس نظام زندگی کا تجربہ کیا وہ ناکام ہو چکا لو یہ اسلام جو مجرب ہے اسے قبول کرو۔ اور ذرا اس کا تجربہ کر کے دیکھو۔

"مسلم معاشرے کا اخلاقی زوال اسباب اور علاج" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے مولانا رفیق احمد صاحب قاسمی امیر حلقہ یوپی منوعہ جماعت اسلامی ہند نے فرمایا کہ مسلم معاشرے کے اندر پائی جانے والی تمام خرابیوں کی جڑ قرآن سے دوری اور مقصد زندگی کا عدم شعور ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کی اولین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قرآن سے اپنا گہرا تعلق پیدا کریں اور مقصد زندگی کو ہمیشہ اپنے سامنے مستحضر رکھیں۔

۲۶ر نومبر ۹۳ء کو بعد نماز جمعہ جمعیۃ الطلبہ نے ایک سمپوزیم کا پروگرام بھی رکھا جس کا عنوان تھا "ملک وملت کی تعمیر اور طلبہ ونوجوانوں کا کردار" اس میں درج ذیل فاضل مقررین نے تقریریں کیں۔

(۱) ڈاکٹر معروف احمد صاحب — اعظم گڑھ
(۲) ڈاکٹر نیاز احمد صاحب سابق پرنسپل شبلی کالج اعظم گڑھ
(۳) جناب منشی انور صاحب سابق نائب ناظم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ
(۴) مولانا صباح الدین ملک حسینا فلاحی قاسمی استاذ حدیث وفقہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ

فاضل مقررین نے بہت ہی قیمتی باتیں پیش کیں اور مشترکہ خیال یہ سامنے آیا کہ آج کل نوجوان بہت زیادہ بے راہ رو ہو گئے ہیں اگر انہیں سنبھال کر ملک وملت کی تعمیر کے محاذ پر نہ لگایا گیا تو ملک تباہ ہو جائے گا۔ اور ملت برباد ہو جائے گی۔

اخیر میں صدر مجلس مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی نے اپنے صدارتی کلمات میں فرمایا کہ ہر تعمیر میں اصل کردار طلبہ ونوجوانوں ہی کا ہوتا ہے یہ قوم اور ملک کے ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر کوئی عظیم انقلاب برپا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ ہمارا ملک جو گوناگوں مسائل سے دوچار ہے یہاں بھی اصل کردار طلبہ اور نوجوانوں ہی کو ادا کرنا ہے پھر آپ نے مسلمانوں کے تناظر میں گفتگو کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی تاریخ کی روشنی میں بہت سے رہنما اصول بیان فرمائے۔ اور بتایا کہ جن اصولوں کو اپنا کر بنی اسرائیل پستی سے نکلے اور بام عروج کو پہنچے۔ آج ہم بھی ان اصولوں کو اپنا کر پستی سے بام عروج کو پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ آج ہمارا حال بھی بنی اسرائیل جیسا ہو گیا ہے۔ قرآن میں ان کی مفصل تاریخ اسی مقصد سے بیان فرمائی گئی ہے کہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں۔

۲۶ر نومبر ۹۳ء کو اختتامی نشست میں اختتامی کلمات ارشاد فرماتے ہوئے نائب ناظم جامعہ مولانا ابوبکر صاحب اصلاحی نے اس پروگرام کے انعقاد پر طلبہ کو مبارکباد دی، مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور ہر ایک کو حسن نیت، حسن عمل، اور حسن اخلاق کی نصیحت فرمائی اور اخیر میں انہیں کی دعا پر یہ جلسہ ختم ہوا۔